بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ کے معروف اولیاء کاملین کا تذکرہ

تذکرہ سراج الاصفیاء

حامد آباد شریف



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ کے معروف اولیاء کاملین کا تذکرہ

تذکرہ
سراجُ الاصفیاء
حامد آباد شریف

الناشر

لوح و قلم پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، بنی چوک، راولپنڈی 051-4345300
0333/0301-5995558

نام کتاب: تذکرہ سراج الاصفیاء حامد آباد شریف

تالیف: انجینئر محمد وسیم اختر

نظر ثانی: ابوالکرم حافظ قاری نور احمد قادری، حافظ معین الدین چشتی (اُچھری)

باجازت: قبلہ پیر محمد یوسف صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ حامد آباد شریف

قبلہ صاحبزادہ پیر لطف اللہ صاحب

آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ حامد آباد شریف

اہتمام: صاحبزادہ سیف اللہ صاحب، فاضل علوم اسلامیہ (ایم اے عربی اسلامیات)

ناشر: خواجہ رضوان الحق قادری: لوح وقلم پبلی کیشنز، راولپنڈی

خصوصی تعاون: ابوالفقیر سیّد احمد شاہ ہمدانی (زمان آباد شریف) اٹک

حاجی نور محمد صاحب (قاسم آباد) پنڈیگھیب، اٹک

حاجی غلام سرور صاحب (گولڑہ) اٹک

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فہرست مضامین

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

فکر اسفل ہے میری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

ہیں تیرے نام سے آبادی وصحرا آباد
شہر میں ذکر تیرا دشت میں چرچا تیرا

آمدِ حشر سے اک عید ہے مشتاقوں میں
اسی پردہ میں تو ہے جلوۂ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلی پایا
پوچھنے جایئے اب کس سے ٹھکانہ تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا

میکدہ میں ہے ترانہ تو اذاں مسجد میں
وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو میرا مالک ومولیٰ ہے میں بندہ تیرا

اب جماتا ہے حسنؔ اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

کلام: مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نعت شریف شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

نبی سرور ہر رسول و ولی ہے   نبی راز دار مع اللہ لی ہے
ہے بے تاب جس کے لئے عرش اعظم   وہ اس رہرو لامکاں کی گلی ہے
نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری   فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے
تلاطم ہے کشتی یہ طوفانِ غم کا   یہ کیسی ہوائے مخالف چلی ہے
نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی اغثنی   اِسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
تیرے چاروں ہمدم ہیں یکجان یکدل   ابو بکر فاروق عثمان علی ہے
خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے   دو عالم میں جو کچھ خفی وجلی ہے
کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم السر   کہ تجھ پر میری حالتِ دل کھلی ہے
تمنا ہے فرمایئے روز محشر   یہ تیری رہائی کی چھٹی ملی ہے
تیرے در کا دربان ہے جبریل اعظم   تیرا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے
شفاعت کرے حشر میں جو رضاؔ کی   سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

(از:۔امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

☆☆☆ منقبت ☆☆☆

سجا ہے آستانہ جناب خواجہ قاسم کا
کرم کا در کھلا دیکھا جناب خواجہ قاسم کا
گُلوں کا رنگ بھی مجھ کو اب پھیکا سا لگتا ہے
میری آنکھوں میں ہے جلوہ جناب خواجہ قاسم کا

پیئے ہیں جامِ وحدت آپکے آستانے سے
نہیں سائل کوئی پیاسا جناب خواجہ قاسم کا
عنایت میں سخاوت میں کرم میں اور فقیری میں
ہر اک انداز ہے پیارا جناب خواجہ قاسم کا

بھلا کر دیتی ہے صحبت بھلوں کی مثل شاہد ہے
میرے ہاتھ میں ہے پلہ جناب خواجہ قاسم کا

(علیہ الرحمۃ الرحمٰن)

ابتدائیہ (حمدِ باری تعالیٰ بصورتِ نثر)

اُس کے قدموں سے لپٹ جاتی ہے آ کر منزل
تیرے نام سے کرتا ہے جو آغاز کوئی

تمام تعریفیں اس ربِ ذوالجلال کے لیے جس کی تعریف کیے بغیر کتاب کھولی نہیں جاتی اور نہ ہی اس کے کرم و بخشش کے وسیلے کے بغیر انعامات کا عطیہ ملتا ہے جس کی تعریف سے ہر کتاب کا افتتاح ہوتا ہے اور جس کے ذکر سے ہر خطاب کا آغاز ہوتا ہے۔

جس کے لیے ریت کے ذرے بھی تسبیح کرتے ہیں اور اس کی ہیبت سے پہاڑ بھی گر جاتے ہیں اور جس نے اپنے بندگانِ خاص کے دلوں کو اپنی محبت کی آگ میں جلایا اور ان کے ارادوں کو اور ارواح کو اپنی ملاقات اور زیارت کے شوق میں نرم فرمایا ان کی بصارتوں اور بصیرتوں کو اپنے جمالِ ذات کے دیدار پر ٹھہرایا۔ حتیٰ کہ وصال کی خوشی کی مہک سے ان پر نشہ طاری ہو گیا۔ ان کے دل جلالِ خداوندی کے انوار کو دیکھنے کی وجہ سے حیران ہو گئے۔ چنانچہ دونوں جہاں میں ان کی نگاہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں جاتی اور دارین میں فقط اسی کو یاد کرتے ہیں۔ اگر انکی ظاہری آنکھیں کسی صورت کو دیکھتی ہیں تو ان کے دل کی آنکھیں تصویر بنانے والے کی طرف جاتی ہیں۔ اگر انکے کانوں میں کوئی نغمہ کھٹکتا ہے تو ان کے باطن محبوب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں ایسی کوئی آواز پہنچتی ہے جو انہیں حرکت و ہیجان میں مبتلا کرتی ہے یا انہیں خوش کر کے متحرک کر دیتی ہے۔ تو یہ اسی کی آواز ہے۔ وہ خوش ہوتے ہیں اسی کیلئے اور پریشان و غمگین بھی ہوتے ہیں اسی کیلئے۔ وہ اسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنی عرضیاں پیش کرتے ہیں۔ وہ اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں تو اسی کے لئے۔ وہ چلتے ہیں پھرتے ہیں تو اسی کے لئے۔ وہ اسی سے سنتے ہیں اس کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی دوستی کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اپنے خاص اور منتخب

لوگوں میں سے ان کو چن لیا۔

خالق کائنات نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے دلوں کو دنیا کے بناؤ سنگھار اور تر و تازگی کی طرف توجہ سے پاک صاف رکھا۔ اور ان کے باطن کو سوائے اپنے دربار گوہر بار کے کسی اور کے ملاحظہ سے صاف رکھا۔ پھر انکو اپنی عزت کے بچھونے پر معتکف ہونے کے لئے خاص فرمایا۔ پاک پروردگار نے ان پر اپنے اسمائے مبارکہ اور صفات کی تجلی ڈالی حتیٰ کہ وہ اس کی معرفت کے انوار سے چمک اٹھے۔

اس مالک لم یزل نے جمیع کائنات کو پیدا فرمایا۔ انسان کو مشتِ خاک سے بنا کر خلعتِ اشرف المخلوقات سے ممتاز فرمایا اس کو اپنے اسمائے صفات کے عکس سے منور فرما کر " انی جاعل فی الارض " خلیفہ کا لقب عطا فرمایا اور اس کی صورت کو " **احسن تقویم** " (اچھے سانچے) اور مکمل اعتدال کے ساتھ مزین فرما کر اس کے دل کو نورِ ہدایت کے ذریعے گمراہی سے بچایا پھر اسے صبح شام عبادت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا حکم دیا اور اپنی ذات کو نہاں اور ظلِ صفات کو عیاں فرما کر قلوبِ مومنین میں اپنا مقام ٹھہرایا۔

؎ ارض و سماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے　　　میرا ہی دل ہے کہ جہاں تو سما سکے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ہدیہء عقیدت بارگاہِ سیدالانام ﷺ ☆☆☆

؎ حمد و ثناء خدا و نبی کی محال ہے   اک لاشریک ہے اک بے مثال ہے

درودِ پاک لامحدود جناب مصطفیٰ کریم، رؤف الرحیم، نبیوں کے سردار، صدیق رضی اللہ عنہ کے آقا، عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ، عثمان رضی اللہ عنہ کے ملجا، علی رضی اللہ عنہ کے ماویٰ، سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے بابا، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نانا، اُمت کے غمخوار آقا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کے صدقے خالقِ کائنات جل جلالہ نے جملہ عالم و عالمیان کو پیدا فرمایا۔ جن کا نام نامی اسم گرامی آسمانوں میں احمد ﷺ اور زمینوں پر محمد ﷺ ہے۔ صفت جن کی شفیع المذ نبین رحمۃ اللعالمین ہے جن کی نعت تورات، زبور، انجیل اور قرآنِ پاک میں ہے۔

ان کے مرتبے کی تلاش میں خلق حیران ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں امت کے غمخوار آقا محمد رسول ﷺ کے چار یار باوقار آلِ بیت اطہار، ازواج مطہرات، احبابِ کبار پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ راضی ہو۔ چاروں ائمہ شریعت و طریقت سے جن کی توجہ خاص سے ہم گناہ گاروں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

؎ شافعی، مالک، احمد، امام حنیف   چار باغِ اُمت پر لاکھوں سلام

☆☆☆عرضِ حال☆☆☆

دنیا میں جن مبارک ہستیوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام بلند فرمایا۔ دینِ حق کی اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں قربان کیں۔ مصائب و آلام برداشت کیے، انسانوں کو اخلاقی، اعتقادی اور عملی کثافتوں سے پاک فرما کر حسنِ اعتقاد، حسنِ عمل اور روحانی طہارت کے راستے پر گامزن فرمایا تو اللہ جل جلالہ نے انکے مقدس ناموں کو اس دنیا میں ہی ان کے تذکروں کی صورت میں زندہ فرمایا۔ اس دنیا میں مختلف قسم کے لوگ آئے اپنا اپنا کام کیا اور چلے گئے۔ کچھ ایسے نفوسِ قدسیہ بھی میرے لجپال نبی کریم ﷺ کی امت میں آئے جن کے آنے سے بہار آئی۔ جن کا تعارف رب کریم جل جلالہ نے ان مبارک لفظوں میں فرمایا کہ یہ میرے دوست ہیں۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے کسی معاملے میں قسم فرمائیں تو پوری کرنی پڑتی ہے (سبحان اللہ) مخبرِ صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ پاکیزہ گروہ میری قبا کے نیچے ہیں کوئی غیر نہیں دیکھ سکتا، ہاں مگر جس کے دل میں محبت ہوگی۔ زندہ و جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ، جو دینِ متین ہم تک پہنچا ہے یہ انہی کا صدقہ ہے اسی گروہ میں تو کہیں شہنشاہ بغداد والی بغداد سرکار نظر آتے ہیں کہیں داتا گنج بخش لاہوری، کہیں خواجہ غریب نواز کا پرچم لہرا رہا ہے، کہیں وارث علوم ولایت حیدری حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان تونسوی کہیں جانشینِ حضرت پیر پٹھان حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی، کہیں مقرب بارگاہ رسول کریم، فاتحِ قادیان غوث زمان تاجدارِ گولڑہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ، کہیں محبوب الاولیاء کشتۂ جود وسخا مرشد اکمل پیر طریقت، امیر شریعت خواجہ احمد میروی کہیں زبدۃ العارفین، دلیل الکاملین خواجہ امیر احمد چشتی نظامی کہیں مجسمہ روحانیت اقلیمِ فقر کے تاجدار قبلہ فقیر میاں محمد چشتی نظامی کہیں زینت الاولیاء حسن الاصفیاء سلسلہ چشتیہ کی رونقِ بہار قبلہ حافظ الحاج پیر محمد قاسم کے فیض کا چشمہ موجزن ہے۔

نظر ڈالی فہرستِ غلامانِ محمد ﷺ پر کوئی خواجہ نظر آیا کوئی داتا نظر آیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ سوانحِ حیات ☆☆☆

سوانحِ حیات کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ بزرگانِ دین سلفِ صالحین کی سیرت اور حالاتِ زندگی آنے والی نسلوں پر یقیناً اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ان کے نقوشِ قدم عام قارئین اور حلقہ بگوش کے لئے بالخصوص مشعلِ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں بھی اولیاء اللہ کے واقعات وحالات ذکر کیے گے ہیں تا کہ طالبانِ حق ان کے مطالعہ سے حق کی روشنی پائیں۔ اسی طرح اولیاءِ کرام کی سوانحِ حیات بھی وقتاً فوقتاً ان کے عقیدت مندوں نے قلم بند کی ہیں۔

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔

تنزل الرحمة عندذ کر الصالحین

ترجمہ" :صالحین کا ذکر کرتے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔"

اور فرمایا: ذکر الاولیاء حکمة القلوب و کفارة الذنوب

ترجمہ: اولیاء کاملین کے ذکر سے قلوب حکمت سے بھر جاتے ہیں۔ اور گناہوں کا کفارہ نصیب ہوتا ہے۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص رات دن میں ایک منزل قرآن شریف اور حکایتِ شیخ پڑھنا اپنے اوپر لازم ٹھہرائے وہ اپنے ذہن کو سلامتی کے ساتھ نگاہ میں رکھ سکتا ہے۔ پس مبارک ہیں وہ لمحات جو ان تذکروں میں بسر ہوں! اور مقدس ہیں وہ صحبتیں جو اس مقصد میں گرم رہیں قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ والئی حامد آباد شریف کا دور ایک عظیم سنہری اور لاثانی دور تھا۔ جس میں انوار و تجلیات فیوض و برکات کا عظیم سمندر ہمہ وقت موجزن رہتا اور جمیع محبین ومتوسلین بخشش ومستی کے اس بحرِ عمیق میں مستغرق فی اللہ رہتے اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی یہ خیال پیدا نہ ہو سکا کہ متاخرین حضرات کی راہنمائی اور ان تک اس برکت کو پہنچانے کیلئے ان مقدس اور بابرکت لمحات کو قلم بند کیا جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مبارک ہستیوں کے وہ سنہری اقوال، ارشادات ملفوظات اس دور تک محدود رہے

اور مستقبل میں آنے والے حضرات محروم رہے اور اس تشنگی کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا۔

ان مشائخ کبار کے حالات ناپید تھے جن کی تلاش و جستجو اور تحقیق بھی نہایت مشکل تھی لیکن ہر حال میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے ان بزرگ مقبول ہستیوں کی خاص نظر کرم کے طفیل بڑا کرم کیا۔ ان اللہ والوں کی ہزاروں کی تعداد میں کرامات، مکاشفات موصول نہ ہونے کی بنا پر ضبط تحریر میں آنے سے رہ گئے جن کے لئے اس غریب کی تمام احباب طریقت سے التجا ہے کہ وہ براہِ کرم و مہربانی آپ تک جتنی روایات پہنچی ہیں یا آپ کے علم میں ہیں وہ تحریری طور پر آستانہ عالیہ حامد آباد کنیال شریف میں قبلہ پیر محمد یوسف صاحب کی خدمت میں پہنچادیں تا کہ ان شاء اللہ العزیز کتاب کی اگلی اشاعت میں انہیں شامل کیا جاسکے۔ دریں اثنا ان اللہ والوں کی کرامات کے باب میں بھی احباب سے باقاعدہ رابطہ نہ ہونے اور وقت کی شدید قلت کے پیشِ نظر ہزاروں کرامات کا تذکرہ رہ گیا۔ اور خواجگانِ حامد آباد شریف کے جمیع علمی، فکری، روحانی، کمالات کما حقہٗ جمع نہ کیئے جاسکے جس کی سب سے بڑی وجہ بندۂ ناچیز کی کم علمی و کم فہمی ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اِن محبوبوں کے علمی کمالات کا اندازہ تو صرف اہل علم ہی لگا سکتے ہیں۔ اور روحانی کمالات کا تجزیہ صرف اہلِ نظر ہی کر سکتے ہیں۔ مجھ جیسے ناقص العقل شخص کے لئے ناممکن ہے کہ آپ کے جمیع اوصاف و خصائص کو جمع کر سکوں۔ لیکن ان بزرگوں کی مروتِ اخلاقِ کریمانہ کے بارے میں جس شخص سے بھی دریافت کیا جائے تو ہر ایک ہی یہی کہے گا کہ فقیر صاحب کی نوازش اور مہربانی جتنی میرے حال پر ہے شاید کسی کے حال پر ہو۔

بندہ ناچیز نے مکمل کوشش کی ہے کہ تذکرہ قارئین کے معیار کے عین مطابق ہو تذکرہ کے تمام پہلوؤں کو زبان کی سادگی اور تمام واقعات کو دلچسپ پیرائے میں ڈھالنے کا پورا پورا التزام کیا ہے مگر باوجود اس کوشش کے ممکن ہے کافی غلطیاں اور خامیاں رہ گئیں ہوں تو اس سلسلے میں درخواست گزار ہوں کہ تذکرہ میں تمام غلطیوں اور خامیوں کی تمام تر ذمہ داری راقم الحروف پر ہے لہٰذا اسے میری کم علمی پر تصور

کیا جائے اور درگزر کیا جائے اور جو کچھ خوبیاں نظر میں ہوں تو یہ صرف اور صرف میرے رب کریم جل جلالہ کی عطا محبوب رب کریم ﷺ کی نظر رحمت بزرگوں اور اپنے والدین کریمین کی خاص نظر عنایت اور شبانہ روز کی دعاؤں کی بدولت ہے۔

بڑی ناشکری ہوگی کہ اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس تذکرہ پر اولین کام شروع کیا اور جن کی عنایت، کرم فرمائی شفقت، نوازش و معاونت خصوصی کے بغیر یہ تذکرہ بندہ فقیر کے ذریعے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میری مراد.............

۱۔ ابوالفقیر قبلہ سید احمد شاہ ہمدانی زبان آباد شریف، اٹک

۲۔ خواجہ صاحب کے منظورِ نظر، توجہِ خاص کے فیض یافتہ محترم جناب حاجی نور محمد صاحب (قاسم آباد) پنڈ یگھیب، اٹک

۳۔ خواجہ صاحب کے خاص محبوب نظر محترم جناب حاجی غلام سرور صاحب (گولڑہ، اٹک)

(کتاب کی مسودہ تدوین و نظر ثانی میں جن احباب نے خصوصی معاونت اور شفقت فرمائی ان کا نام بھی بھولنا میرے بس میں نہیں۔ تصنیفِ لطیف کی تدوین و تصحیحات میں کاوش و خلوص لائقِ صدِ تحسین ہے۔ محققِ اہلِ سُنت محترم و مکرم جناب ابو الکرم حافظ نور احمد قادری (جنڈ، اُچھری) اور اس عظیم اور خاص موقع پر میں اپنے ان خاص محسنین کو بھی فراموش نہیں کر سکتا جن کی خصوصی محنت و شفقت نوازش سے یہ عاجز اس علمی میدان میں چلنے کے قابل ہوا۔ میری مراد فاضلِ نوجوان قبلہ صاحبزادہ سیف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

من آنم کہ من دانم دُعا ہے کہ اللہ عزوجل خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کے وسیلہ جلیلہ سے ان حضرات کو ہمیشہ خوش و خرم و سلامت رکھے۔ امین۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ وجہ تصنیف ☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی بے پناہ حمد وثناء اور جناب مصطفیٰ کریم، رؤف الرحیم، نبیوں کے سردار، امت کے غمخوار، سیدہ فاطمۃ الزہراء کے بابا اور حسنین کریمین کے نانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں کروڑوں مرتبہ ہدیہ درود وسلام کے بعد زیرِ نظر کتاب ''تذکرہ سراج الاصفیاء'' حامد آباد شریف کی

وجہ تصنیف کی تفصیل:

قرآنِ پاک اور حدیث شریف کے بعد کسی کلام کو عظمت وفضیلت حاصل ہے تو وہ اولیاء کرام کا کلام ہے۔ قرآن وحدیث کے بعد اولیاء کرام کا کلام افضل ترین کلام ہے کیونکہ ان کا کلام ظاہری تصنع سے پاک اور عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ اولیاء کاملین کا کلام حُبِ دنیا کو دل سے نکال پھینکتا ہے ان کے کلام سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے اور کلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ان حضرات کے کلام کو سن کر زادِ آخرت جمع کرنے کا عزم بیدار ہوتا ہے۔

لوگوں نے بو علی دقاق علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اولیاء کرام کے حالات سننے پڑھنے کے بعد اس پر عمل پیرا نہ ہو تو کیا صرف حالات سن لینے یا پڑھ لینے سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا اس میں بھی دو (۲) فائدے ہیں۔

۱۔ اگر کسی بندے میں حقیقی طلب ہوگی تو اس کی طلب وہمت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

۲۔ مغرور بندے کے غرور میں کمی پیدا ہوگی اور اگر وہ بد باطن نہیں ہے تو بذاتِ خود اولیاء کرام کے حالات کا مطالعہ کرے گا۔

شیخ محفوظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ مخلوق کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو بلکہ خود کو مردان خدا کی طرح بناؤ۔

؎ شنیدم کے درروزِ امید وبیم بدان را بہ بخشند بہ نیکاں کریم

جس وقت سیدنا جنید بغدادی سے پوچھا گیا مریدین کو مرشدین کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ مردانِ خدا کا ذکر خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس کے ذریعے مریدین کو اعانت اور شکستہ قلوب کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی مرضی کے خلاف بات کہتا ہے تو وہ شخص قتل کرنے تک آمادہ ہو جاتا ہے لہٰذا جب غلط اور خلاف طبع بات اس درجہ موثر ہو سکتی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ سچی اور صحیح بات اس سے زیادہ موثر ثابت نہ ہو جب امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ جس وقت دینا میں اولیاء کرام کا وجود نہیں رہے گا۔ اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے جس کے ذریعے سے ہم لغویات سے دور رہ سکیں؟

آپ نے اشاد فرمایا کہ اولیاء کرام کے حالات کا ایک جزو روزانہ پڑھ لینا یہ اہلِ غفلت کے لئے شمعِ ہدایت ثابت ہوگا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نے حضرت شبلی علیہ الرحمہ سے فرمایا تھا اگر تمھیں دنیا میں ایک فرد بھی ایسا مل جائے جو تمہارے صرف ایک کلمے کی موافقت کرے تو اس کے دامن سے لپٹ جانا کیونکہ اسی سے تمہارے مقصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ موجودہ دور میں اس درجہ بدکاری پھیلی ہوئی ہے کہ نیکوکاروں کو سب نے فراموش کر دیا تو یہ تذکرہ لکھا تا کہ اہلِ دنیا بزرگانِ دین کی یاد تازہ کرتے رہیں اور ان کی اطاعت سے سعادت ابدی حاصل کر سکیں۔

ان شاء اللہ:۔ یہ تذکرہ نامردوں کو مرد، مردوں کو شیر، شیروں کو فرد، فرد کو اہل درد بنا دے گا درد کا اندازہ اس وقت ہو سکے گا جب اس ''تذکرہ سراج الاصفیاء'' حامد آباد شریف کو شروع سے لیکر آخر تک غور فکر کے ساتھ پڑھیں گے۔

امید ہے جس طرح اصحاب کہف نے اپنے کتے کی رعایت کو ملحوظ رکھا اسی طرح یہ بزرگانِ دین

اولیاء کاملین ہماری رعایت کو بھی ملحوظ رکھیں گے۔

یا اللہ: اصحاب کہف کا کتا چند ہی قدم ان کے ساتھ چلا تھا کہ تو نے اس کو بھی اصحاب کہف کے ساتھ شامل کر دیا۔ ہم بھی تیرے محبوبوں کو دوست رکھتے ہیں۔ بروزِ قیامت ان کی نظرِ کرم کا مستحق بنا اور ہمیں بھی ان کی رفاقت میں جنت میں شامل فرما۔ دعا ہے ربِ کائنات جل جلالہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے صدقے خواجگان چشت اہل بہشت کے مبارک نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے مسلک وعقیدہ پر استقامت نصیب فرما کر روزِ محشر اولیاء کاملین کے جھنڈے کے نیچے اور ان کے دامنِ کرم کی ٹھنڈی چھاؤں میں جگہ نصیب فرمائے اور اس تذکرے کو توشہء آخرت بنائے۔

(آمین۔ ثم آمین)

؎ یا رسول اللہؐ چہ باشد چوں سگ اصحابِ کہف

داخلِ جنت شوم دَرْ زُمرۂ احباب تو

؎ رو رود در جنت من در جہنم کے روا

او سگِ اصحابِ کہف من سگِ اصحابِ تو

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ مقدمہ ☆☆☆

یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اپنے محبوب اور مقرب بندوں اوران کے احوال ومقامات کا ذکر فرماتا ہے بلکہ قرآنِ مجید میں اس کا وعدہ ہے۔

"فاذکر ونی اذکر کم و شکر ولی ولا تکفرون"

ترجمہ: "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرونگا اور میرا شکر بجالاؤ اور میری ناشکری نہ کرو۔"

ان کے ذکر کا مقصد اپنا وعدہ پورا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ راہ حق کے طالبوں کے لئے میرے محبوب اور مقرب لوگوں کا ذکر میری سنت بن جائے اور یہ کہ ان ذکر پڑھنے اور سننے والوں کے دل بھی اسی حال کی طرف راغب ہوں۔ یہ اُن کا زادِ سفر بنے اور میری محبت ومعرفت کی خوشبو ان تذکروں کے ذریعے آگے پھیلتی جائے۔ اور ہزاروں، لاکھوں جانوں کو معطر کرتی چلی جائے۔ یوں تو قرآنِ پاک نے انبیاء کے اوران کی اُمتوں کے حالات وواقعات کو بہت سی جگہوں پر تفصیل سے بیاں فرمائے ہیں۔ مگر کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں انبیاءِ مقبولین کے ذکر کو ہی عنوانِ کلام بنایا گیا ہے۔ اس کے چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ مریم۔ پ ۱۶	**واذکر فی الکتب ابرھیم**
پھر سورۃ مریم ہی میں فرمایا۔	**واذکر فی الکتب اسماعیل**
پھر ارشاد فرمایا۔	**واذکر فی الکتب موسیٰ**
پھر ایک اور مقام میں ارشاد ہے۔	**واذکر فی الکتب ادریس**

سورۃ انبیاء ساری محبوب تذکروں سے بھرپور ہے۔ حتیٰ کہ پے در پے مقرب اور محبوب انبیاء کے تذکرے شروع کرنے سے قبل آیت نمبر ۵۰ میں فرمایا جارہا ہے۔

وھذا ذکر مبارک انزلنہ افاانتم لہ منکرون

اور یہ بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے کیا تم اس سے انکار کرتے ہو" ذکر مبارک" کا عنوان دیگر اگلی آیت سے ذکر شروع کیا جا رہا ہے ۔ حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام کا جو جدالانبیاء ہیں۔ آپ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

"ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل و کنا بہ عالمین"

ترجمہ: "یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراھیم علیہ السلام کو (ان کے مرتبے کے مطابق) رشد و ہدایت عطا فرمائیں اور ہم ان (کی استعداد و احوال) سے خوب واقف ہیں۔"

پھر اس کے بعد آپ کا تفصیلی ذکر ہے۔ آپ کے بعد حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور آخر میں ارشاد فرمایا۔

"وکُلا جعلنا صالحین" ترجمہ: اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا یعنی یہ سب اللہ والے ہیں۔

پھر آیت نمبر ۷۳ میں ساتھ ہی ان کے دیگر فرائض منصبی کو بیاں کر کے آگے ارشاد فرمایا۔

"وکانوا لنا عٰبدین" ترجمہ: "اور وہ ہمارے بہت ہی عبادت گزار تھے"

ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ فرما کر آیت نمبر ۸۴ میں ارشاد فرمایا۔

"وذکرٰی للعٰبدین" یہ سب کچھ اس لیے بیاں کر رہے ہیں کہ آئندہ طاعت شعاروں کے لئے نصیحت بن جائے۔ پھر اگلی آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ الرحمہ کا ذکر کر کے فرمایا۔

"کل من الصبرین وادخلنھم فی رحمتنا انھم من الصالحین"

ترجمہ: یہ سب اہل صبر تھے۔ اور ہم نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا اور بے شک یہ

بڑے نیک بخت اور نیکوکار لوگ تھے۔

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آخر میں حسبِ سابق ان کے کُلی احوال اور روحانی کیفیات بھی بیان فرمائیں پھر فرمایا۔

انھم کا نوا یسا رعون فی الخیرات وید عوننا رغبا ورھبا و کانوا لناخشعین ○

ترجمہ: "بے شک یہ نیکیوں میں بہت تیزی کرنے والے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف دونوں کیفیات میں پکارتے تھے اور ان کے دل ہمہ وقت ہمارے حضور عاجزی کے ساتھ جھکتے تھے۔"

الغرض ان محبوب و مقرب اور برگذیدہ بندوں کا ذکر فرمانے کے بعد دوبارہ اس مقصد اور غرض و غائیت کو واضح کیا جارہا ہے۔

"ان فی ھذا لبلغا لقوم عبدین "ترجمہ": بے شک اس میں عبادت گزاروں کو مقصود تک پہنچانا ہے۔"

پھر اس صورت میں ذکر محبوبین کا سارا سلسلہ سرتاج محبوبان عالم پر جا کر ختم ہوا آیت نمبر ۱۰۷ میں آخری ذکر نبی کریم ﷺ کا فرمایا۔

"وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" ترجمہ: "اور اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت (چشمہ رحمت، واسطہ رحمت ہر لحاظ سے رحمت ہی رحمت) بنا کر بھیجا۔"

اس کے بعد اس صورتِ مبارکہ میں کسی اور نبی و رسول کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ تذکرہ محبت اپنے معراج کو پہنچا۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے بعد جس آیت کریمہ پر سورۃ الانبیا کو ختم فرمایا گیا وہ ذکر رحمان جل جلالہ ہے کیونکہ وہ اب سب محبوبوں کا محبوب ہے ارشاد فرمایا۔

"قال رب الحکم باالحق وربنا الرحمن المستعان علی ماتصفون"

ترجمہ: "نبی پاک ﷺ نے عرض کی اے میرے رب تو حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور ہمارا رب

مستعان ہے۔ تمہاری ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو (اسکی مدد مطلوب ہے)۔"

ہم نے بطور نمونہ صرف دو سورتوں میں سے کچھ مقامات پیش کئے ہیں۔ اہل فہم و بصیرت کے لئے اتنا ہی کافی ہے ورنہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہر جگہ کتنے پیارے انداز میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ اور مقرب بندوں کے تذکرے فرمائے پھر ان میں ایک ایک کے روحانی مشاغل و معمولات کا ذکر فرمایا اپنے مقربین کی دعاؤں اور مناجات کے کلمات کو من وعن بیان فرمایا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ ان کی عبادت گاہوں کا ذکر فرمایا ان پر اپنی غیبی نوازشات کا ذکر فرمایا اور ان کی آزمائشیں، ریاضات، مجاہدات کا ذکر فرمایا۔ ان کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی بیان فرمائی۔ الغرض ان کے ذکر کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اور ہمیں بار بار ادھر متنبہ کیا ہے کہ یہ سب سامان عبادت گزاروں اور طاعت شعاروں کے لئے ہے۔ جو کوئی چاہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت و عبادت اور محبوبیت و مقربیت کی راہ پر گامزن ہو تو اس کے لئے یہی تذکرے زادِ سفر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک اللہ والوں کا ذکر کرنا ان کے حالات و واقعات، احوال کیفیات، ریاضات و مجاہدات، مشاہدات و کمالات اور اقوال و خرمودات کا بیاں کرنا ہر صاحب ایمان کا محبوب عمل رہا۔

ائمہ محدثین، علماءِ کاملین، اولیاءِ عارفین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان تذکروں کو لکھتے، پڑھتے سنتے، سناتے رہے اور ہر دور میں ان تذکروں پر کتابیں تصنیف کی جاتی رہیں تا کہ اس سنت الٰہیہ پر عمل کی برکات نصیب ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ کی بعثت مقدسہ کے بعد انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ تو بند کر دیا گیا مگر حضور ﷺ کی چشمِ نبوت اور رحمت کے تقدس سے آپ کی اُمت پر یہ انعام فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہر دور میں اسے اپنے محبوبین و مقربین سے نوازا۔ یہ

مقبولانِ الٰہی وقوع قیامت تک اپنی روحانی برکات سے اہل عالم کو متمتع کرتے رہیں گے اور تاجدار کائنات ﷺ کے فیضِ نبوت سے دلوں کی مردہ زمینوں کو سیراب کرتے رہیں گے۔

هر که بیند روئے نیکاں صبح و شام آتشِ دوزخ شود بروئے حرام

بیشک امتِ مسلمہ میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہیں جنہیں ربِ ذوالجلال نے

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" کے رازِ محبت سے سراپا اتباع بنایا۔ جنہیں "ویسارعون فی الخیرات" کی خبر کے اعمال صالحہ کی لذت وحلاوت سے آشنا کیا، جنہیں "وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبکم" نے طاعت الٰہی میں ریاضات ومجاہدات کے لئے منتخب کرلیا۔ جنہیں "ثم التقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین" کے اسرار نے پیکر طاعت وتقویٰ بنادیا۔ جنہیں "توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا" کے پیغام نے پیکرِ ندامت بنادیا جنہیں "جاء بقلب منیب" کے وصف نے سراپا انابت بنادیا۔ جنہیں "اجیب دعوۃ الداع اذادعانِ فلیستجیبولی" کے حیات آفریں پیغام نے استجابت کی راہوں پر گامزن کیا اور اجابت کی منزلوں پر فائز کردیا۔ جنہیں "یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ" کے پیار بھرے بیاں نے سراپا ایثار بنادیا۔ جنہوں نے "ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم" کی خوشخبری سن کر اپنی جان ومال، راحت وآرام الغرض ہر چیز کا اللہ سے سودا کرلیا ہے۔ جنہوں نے "قد افلح من تزکیٰ" کے چشمے سے اپنے نفوس دھو لیئے اور "وذکر اسم ربہ فصلیٰ" کے انوار سے اپنے دل منور کر لئے اور ان کے دل "والذین آمنوا اشد حبا للہ" کے فیض سے محبت الٰہی کے چشمے سے سیراب کیئے گے۔ جنہیں "یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ" کے بیان نے رحمت اور عذاب کی حالتوں پر آگہی دی اور "یدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خشعین" کے پیغام نے "رجاء وخوف

کی دلگداز کیفیتوں سے سرشار کیا۔ جنہیں ''ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب'' کے بیان نے فکر آخرت سے درد آشنا کیا۔ جنہیں ''ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید'' کی آواز نے خوف الٰہی میں تڑپنا سکھایا جو ''قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطو من رحمۃ اللہ'' کی پیار بھری پکار سنکر اس کی رحمت کی طرف دوڑ پڑے۔ جنہوں نے ''ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ اور الیس اللہ بکاف عبدہ'' کے الوہی نغمات سن کر ہر غیر کی طرف سے منہ موڑ لیئے۔ جو ''وعلی ربھم یتوکلون'' کے فیض سے توکل و رضا کے کوہ گراں بن گئے جو ''لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ'' کے حکم پر بارگاہ الٰہی اور دربار نبوت میں سراپا ادب بن گئے جنہوں نے ''ان اللہ مع الصابرین'' کی بشارت سنکر راہ حق کے مصائب کو گلے لگالیا جن کے دلوں میں ''والذین اذا ذُکر اللہ وجلت قلوبھم'' کے سرور آفرین کلام نے احوال و کیفیات کے دریا موجزن کر دیئے جن سے ''تتجافی جنو بھم عن المضاجع'' کے لذت آفرین ترانے نے رات کے بستر چھین لئے جنہیں ''الذین یذکرون اللہ قیاما وقعود اوعلی جنوبھم'' کے پرکیف بیاں نے ہر گھڑی یادِ محبوب میں مستغرق کر دیا جنہیں ''یتلون ایٰت اللہ انا ء الیل وھم یسجدون'' کے وجد آور کلام نے راتوں کو نغمہ لاہوتی کی لے میں مست و بے خود کر دیا'' والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما'' کے اعلان نے جن کی نیند سے رغبت ختم کر دی جنہیں ''وبالاسحار ھم یستغفرون'' کے پرسوز کلمات نے سرد آہیں دے دیں جو ''واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا'' کی مٹھاس بھری آواز سن کر اسی کے ہو کے رہ گئے۔ جنہیں ''یریدون وجھہ'' کے بیان نے اس کی دید کا مشتاق بنا دیا جو ''یظنو ن انھم ملاقوا ربھم'' کا وعدہ سن کر اس کی ملاقات کے لئے سراپا انتظار بن گئے اور ''فلا تعلم نفس ما

اخفی لھم من قرۃ اعین" کا پیغام سن کر اس کے جلوہ وصال کے لئے ہمہ تن بے قرار ہو گئے۔ جو "فاذکرونی اذکرکم" کے اجر کا مژدہ جانفزا سن کر اس کی یاد میں دیوانے ہو گئے۔ جنہیں "یحبھم و یحبونہ" کے تعلق نے دائمی سرشاری دے دی۔ "تریٰ اعینھم تفیض من الدمع" کے حال نے جن کی آنکھوں کو برسات بنا دیا اور "مما عرفوا من الحق" کے فیض سے جن کے دل معرفت کے چشمے بن گے اور "ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین" کی قبولیت نے پردے اٹھا کر انہیں اہل مشاہدہ بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے ہی ذاکر و شاغل اور عارف بندوں کی صحبت اور معیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو صبح و شام اس کی یاد میں مست و مگن اور اس کے مکھڑے کے طالب رہتے ہیں فرمایا۔ "واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدۃ والعشی یریدون وجھہ ولاتعد عینک عنھم ترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا"

ترجمہ: یعنی ان عاشقان الٰہی کی معیت میں رہا کرو جو صبح و شام اپنے رب کو دیوانہ وار پکارتے رہتے ہیں اور صرف اس کی رضا اور اس کے مکھڑے کی جھلک کے طلبگار رہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان گدڑی پوشوں سے نہ ہٹایا کر۔ اے میرے بندے کیا تو انہیں نظر انداز کر کے دنیوی زندگی کی زینت چاہتا ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف جانا چاہتا ہو وہ اپنی نگاہیں ان خدا مست فقیروں کی طرف جماتا ہے اور جو شخص اپنی نگاہیں ان سے پھیر لیتا ہے اسے سفلی دنیا کے دھوکہ و فریب میں غرق کر دیا جاتا ہے۔

یہ لوگ خدا نہیں خدا شناس ہیں۔ بے شک خدا نہیں مگر اس کے ہم نشین ہیں اس لیے جو ان سے دور ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا اور جو ان کے قریب ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گیا۔

اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیاری زبان سے

سنتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

؎ خواب را بگذار مشب اے پدر		یک شبے در کوئے بے خواباں گزر

اے پدر آج رات کے لئے ذرا نیند کو ترک کر اور ایک رات جاگنے والوں کی گلی میں سیر کر

؎ بنگر ایشاں را کہ مجنوں گشتہ اند		ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

پھر ان بے خوابوں کا حال دیکھ کہ کس طرح عشق حقیقی نے انہیں مجنوں بنا رکھا ہے اور یہ پروانوں کی مانند محبوب کے قرب و وصال کے باعث کس طرح جل کر کشتہ ہو چکے ہیں

؎ اولیاء را در دروں نغمہا است		طالبان را زاں حیات بے بہا است

اولیاء اللہ کے اندر عشق الٰہی کے ایسے بہت سے نغمے ہوتے ہیں جن سے طالبان حق کو بے بہا زندگی نصیب ہوتی ہے۔

؎ اے تواضع بردہ پیش اہلیاں		اے تکبر کردہ تو پیش شہاں

اے شخص کہ تو دنیا کے امراء اور سلاطین کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے غفلت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیوقوف شمار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عاشقوں اور ولیوں کے لئے تکبر کرتا ہے جو حقیقت میں اصل بادشاہ ہیں۔

؎ چوں شوی دور از حضور اولیاء		در حقیقت گشتہ دور از خدا

اگر تو اولیاء اللہ کی صحبت اور معیت سے دور ہو گیا تو سمجھ لے کہ درحقیقت تو اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

؎ مہر پاکان درمیان جان نشان		دل مدہ الا بمہر دل خوشان

پاک لوگوں کی محبت کو اپنی جان میں راسخ کر اور اپنا دل کسی کو نہ دے مگر صرف ان کو دے جن کے اپنے دل محبوب حقیقی کی یاد میں اور اس کے جلوؤں کی بدولت خوبصورت اور حسین ہیں۔

؎ من غلام آنکہ نفروشد وجود		جز باں سلطان با فضال وجود

میں اس محبوب اور مقرب بندے کا غلام ہوں جو اپنا وجود پوری دنیا و مــا فیھــا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتا۔ مگر صرف اس بادشاہ حقیقی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے جو فضل و کرم کا مالک ہے۔

؎ چوں جدا بینی زحق این خواجہ را　　گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

اگر تو نے اس کامل کو جو فانی فی اللہ ہے۔ ذاتِ حق سے جدا سمجھ لیا تو جان لے کہ تو اپنا اصل اور مقدمہ سب کچھ گم کر بیٹھا۔

؎ دو مگو و دو مداں و دو مخواں　　خواجہ را در خواجہ و خود محو داں

دو مت کہہ۔ دو مت جاں اور دو مت پڑھ، بلکہ اس کامل کو اپنے کامل محبوب میں محو اور فانی سمجھ کر یہ اس میں گم ہو گیا ہے سو اب دو کہاں رہے۔

؎ خواجہ را از چشم ابلیس لعین　　منگر و نسبت مکن او را بطین

مرد کامل کو ابلیس لعین کی آنکھ سے مت دیکھ اور نہ ہی اس کی حقیقت کی نسبت مٹی کی طرف کر، یعنی وہ مٹی سے بنایا گیا پیکر بشریت ضرور ہے مگر یہ اس کی حقیقت نہیں فقط ظاہری حال ہے جیسے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام میں فقط مٹی اور بشریت کو دیکھا اور منکر و مردود ہو گیا اور ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اندر نور حقیقت کو دیکھا تو ساجد و مقرب ہو گئے۔

جو خدا کی یاد میں مشغول ہو　　کیوں نہ وہ اللہ کا مقبول ہو

عام لوگ بھی ہر دم اللہ پاک کا نام لیتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کی کامل تاثیر نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زباں سے نام لیتے ہیں مگر وہ نام دل سے عشقِ تاب ہو کر نہیں نکلتا جب کہ اولیاء اللہ اللہ جل جلالہ کا نام لیتے ہیں اور وہ سینے سے نکلتا ہے جہاں عشقِ الٰہی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے اور وہ سینہ دردِ فراق کے نالوں سے چاک چاک ہوتا ہے۔ اس لئے مقبولانِ خدا کے ذکر اور عوام کے ذکر میں بڑا فرق ہوتا ہے ان کے ذکر کی کیفیات دوسروں کو بھی کیف و اثر عطا کرتی ہیں۔

وفا کے دعویداروں کو یہ رازِ حقیقت بتلادو   پروانے کے جلنے سے پہلے خود شمع کو جلنا پڑتا ہے

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک چرواہے کا ذکر کرتے ہیں جو مجذوب تھا۔ عشقِ الٰہی میں مست و سرشار تھا اور اس کا دل خوب زخمی تھا۔ ایک روز زبانِ عشق سے عرض کررہا تھا۔ اے میرے معبود، اے میرے محبوب، تو کہاں ہے مجھے اپنا پتہ بتا میں آکر تیری نوکری اور خدمت کروں۔ تیری گدڑی سیا کروں۔ تیرے بالوں میں کنگھی کیا کروں تو اگر بیمار ہو جائے تو تیری تیمارداری کروں۔ اگر تیرا گھر دیکھ لوں تو صبح و شام اپنی بکریوں کا دودھ اور گھی تیرے گھر پہنچا آؤں اور تیرے ہاتھوں کو بوسہ دوں۔ تیرے پاؤں دباؤں۔ رات کو تیری آرام گاہ کی خوب صفائی کروں۔ اے میرے مولا تجھ پر میں اور میری ساری بکریاں قربان حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کی مناجات اور کلام سنا تو فرمایا بے ادب تو کافر ہو گیا ہے۔ یہ کلمات اللہ کی شان کے لائق نہیں وہ ان مناجات سے پاک ہے اس چرواہے نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد سنا تو کہنے لگا۔

؎ گفت اے موسیٰ دہانم دوختی   وز پشیمانی تو جانم سوختی

اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ نے میرا منہ سی دیا ہے اور ندامت و شرمندگی سے میری جان کو جلا دیا ہے۔

اس چرواہے نے اپنا لباس پھاڑا رنج و غم سے نڈھال ہو گیا اور ندامت سے ایک سرد آہ بھری اور جنگل کی طرف دوڑ گیا۔

؎ وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا   بندۂ ما را ز ما کردی جدا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف باری تعالیٰ سے وحی آئی اور ارشاد ہوا اے موسیٰ! تو نے ہمارا بندہ ہم سے جدا کر دیا۔

تو برائے وصل کردن آمدی   یا برائے فصل کردن آمدنی

اے پیارے موسیٰ علیہ السلام آپ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے آئے ہیں یا انہیں مولا سے جدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔

ہر کسے راسیرتے بنہادہ ام   ہر یکے رااصطلاح دادہ ام

میں نے ہر ایک کو الگ الگ احوال عطا فرمائے ہیں اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں مقرر فرمادی ہیں۔

درحق اور ماح درحق تو ذم   درحق اور شہد درحق تو سم

اس عاشق راز کے حق میں وہی کلمات میرے حمد وثنا تھے اور آپ کے لیے بیشک وہی کلمات مذموم ہیں۔ اس کے حق میں وہی باتیں شہد تھیں اور آپ کے حق میں زہر ہیں۔

درحق او نور درحق تو نار   درحق او گل ودرحق تو خار

اس سوختہ دل عاشق کے حق میں وہی کلمات نور تھے مگر بے شک آپ کے حق میں نار ہیں۔ اس کے حق میں وہی پھول تھے۔ اور آپ کے حق میں خار ہیں۔

ما بروں رانہ نگریم وقال را   ما دروں رابہ نگریم وحال را

ہم نہ تو کسی کے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور نہ اسکی قیل وقال کو، ہم تو اِس کے قلب وباطن اور اِس کے اندر کے حال کو دیکھتے ہیں۔ اے موسیٰ عاقلوں کے لئے آداب اور ہیں اور سوختہ جان عاشقوں کے لئے آداب اور ہیں۔

خوش شہیداں لازِ آب اولی تراست   این خطا از صد صواب اولی تراست

تجھے معلوم ہے کہ خون ناپاک شے ہے۔ مگر شہیدوں کا خون پاکیزگی اور طہارت میں پاک پانی سے بھی کہیں بہتر ہے اس لئے اگر شہید کا جسم خون میں لت پت بھی ہو تب بھی اسے دھویا نہیں

جانا۔ پس اس طرح جان لو کہ اس مست حال کی گفتگو۔ اگر ویسے خطا بھی تھی تب سو ثواب سے عزیز تر تھی۔

یہ تفصیل اس لئے بیاں کی گئی کہ عشاق کے غلبہ حال کے وقت کی کوئی بات اگر ظاہراً مطابق دلیل نہ بھی لگے تب بھی ان پر اعتراض نہ کیا جائے۔ یہ مقبولانِ الٰہی جلیسِ حق ہوتے ہیں۔ جن کے دل وجان میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر ہمہ وقت سرایت کر جائے انہیں حضورِ حق میں دائمی ہم نشینی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ تم بھی ان کے ہم نشین اور ہم مجلس وہم صحبت رہا کرو تا کہ دوست کے دوست سے تمہیں بھی دوست کی ہم نشینی میسر آئے مگر افسوس ہم اس وقت ان حقیقتوں کو بھول گئے ہیں۔ اور ہم اس مولیٰ کی طلب ومحبت سے غافل ہو گئے ہیں جس نے ہمیں عدم سے ہست کیا اور بے بہا نعمتوں سے نوازا۔ بالآخر ہمیں جانا بھی اسی کے پاس ہے۔ ہمارے دل عشق ومحبت الٰہی سے تو کیا شناسا ہوتے یادالٰہی سے بھی غافل ہو گے بلکہ غفلت کے باعث پتھروں سے بھی سخت ہو چکے ہیں۔

ضرورت اس کام کی تھی کہ انہیں عاشقوں اور سوختہ دلوں کے احوال سنائے جائیں تا کہ ان کی خستگی شکستگی اور سوختگی کے حالات سن کر ہمارے دلوں کی سختی ٹوٹے۔ قرآنِ پاک میں ربِ کائنات نے پتھروں کی تین قسمیں بیاں فرمائیں اور غافل دلوں کو جھنجوڑا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

"وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهٰر وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله"

ترجمہ": اور پتھروں میں بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی بہہ نکلتا ہے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خوف خدا سے گر پڑتے ہیں۔"

اس مقام پر یہ بات سمجھائی گی ہے کہ بعض پتھروں میں ایسی خستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان سے چشمے اُبلنے لگتے ہیں اور نہریں رواں ہو جاتی ہیں پھر ان سے دور دور تک سیرابی ہوتی چلی جاتی ہے اور مردہ زمین اِن کے ذریعے زندگی پاتی ہے مگر بعض اِس قدر شکستہ ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی بہنے لگتا ہے مگر وہ دور دور تک زمینوں کو سیراب تو نہیں کر پاتے مگر جو پیاسا ان کے پاس آتا ہے اسے ضرور سیرابی نصیب ہوتی ہے اور ان کے گردونواح میں بھی ہریالی اور شادابی آجاتی ہے۔ تیسری قسم اُن پتھروں کی ہے جو پھٹتے تو نہیں مگر خشیتِ الٰہی سے لرز جاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں اگرچہ دوسروں کو سیراب نہیں کر سکتے کم از کم خود تو ڈرتے ہیں اور حضورِ الٰہی میں گرتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ قرآن پکار رہا ہے اے غافلو! یہ تو پتھروں کا حال ہے تمہیں کیا ہوا تم ان پتھروں جیسے بھی نہ رہے کاش کبھی تمہاری آنکھوں سے ان پتھروں کی طرح خشیتِ الٰہی کے چشمے پھوٹ پڑتے اور معرفتِ الٰہی کی نہریں رواں ہوتیں۔ پھر تم سے میرے غافل بندوں کے دلوں کی خشک وادیاں بھی سیراب ہونے لگتیں۔ ان کی اُجڑی اُجڑی روحیں آباد ہونے لگتیں اور ویران ویران سینے شاداب ہونے لگتے۔

؎ رونے والی آنکھیں مانگو رونا سب کا کام نہیں

ذکرِ محبت عام ہے لیکن سوزِ محبت عام نہیں

مگر تم ایسے نہ رہے۔ چلو دوسری قسم کے پتھروں کی مانند ہو جاتے کہ تمہاری آنکھوں سے میری محبت اور خشیت میں آنسوؤں کے قطرے بہہ نکلتے۔ تمہارے دلوں سے میری معرفت کا تھوڑا سا پانی رِس پڑتا کچھ تمہیں میرے جلوہِ حسن کا مزہ آتا۔ کچھ تمہاری صحبت میں آنے والوں کو کیف ملتا۔ کچھ تم میرے قرب وصال کے تصور کی لذت پاتے۔ کچھ تمہارے قریب بیٹھنے والوں کو عشق و محبت کی گرمی ملتی۔ کچھ تمہارا حال سنورتا کچھ میرے غافل بندوں کا کام بن جاتا مگر تم سے یہ بھی نہ

ہوسکا۔ چلوتم تیسری قسم کے پتھروں کی مانند ہی ہو جاتے۔ کہ میری باتیں سن کر اور مجھے یاد کر کے کبھی میری محبت میں پگھل جاتے کبھی میرے خوف سے لرز اٹھتے تمہارے دل دہل جاتے اور تمہارے سر میرے حضور سجدہ ریز ہو جاتے۔ اس سے تمہیں کچھ نہ کچھ تو میری بندگی کا سرور آتا۔ میری بندگی کا کچھ نہ کچھ کیف ملتا۔ میری خشیت کا کچھ نہ کچھ فیض ملتا۔ اگر تم میرے حضور گر ہی جاتے تو کم از کم خود تو سنور جاتے پھر تمہیں گرا پڑا دیکھ کر غافلوں کو بھی کچھ نہ کچھ راہ مل جاتی۔ افسوس تم ایسے بھی نہ رہے۔ تم سے تو پتھر ہی بازی لے گے۔ بے شک محبت الٰہی خشیت الٰہی معرفت الٰہی میں اہلُ اللہ کے دلوں کو تینوں حال اور تینوں کیفیات بدرجہ اتم نصیب ہوتی ہیں۔ اور وہ نہ صرف خود سیرابی پاتے ہیں بلکہ افرادِ اُمت میں بھی روحانی شادابی کا باعث بنتے ہیں۔

آؤ اِن کا تذکرہ کریں اور اِن کی صحبت میں جا بیٹھیں تا کہ ان کی بات سن کر کچھ ہماری بات بن جائے ان کا حال جان کر کچھ ہمارا حال سنور جائے انکی بیداریاں دیکھ کر کچھ ہماری غفلتیں دور ہوں۔ ان کی گریہ وزاریاں دیکھ کر کچھ ہمیں رونے کا طریقہ آئے۔ محبوب کے لئے ان کی بے قراریاں دیکھ کر کچھ ہمیں تڑپنے کا سلیقہ آئے۔ ان کی بے نفسیاں دیکھ کر کچھ ہم قیدِ نفس سے چھٹکارا پائیں۔ انکی ریاضتیں اور مجاہدے دیکھ کر کچھ ہم کمر ہمت باندھنا سیکھیں اور ان کے مشاہدے دیکھ کر کچھ ہم لذتِ دید کے طالب بنیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ فقر ☆☆☆

والله الغنی و انتم الفقراء " اور اللہ حقیقی غنی اور تم سب اس کے محتاج اور فقیر بے نوا"

"یا ایھاالناس انتم الفقراالی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید"

ترجمہ: "اے لوگو تم محتاج اور فقیر ہو اللہ کے در کے سوالی ہو اور اللہ ہی غنی ہے اور وہی حمید ہے" (یعنی زمانے میں تعریف کیا گیا)

" للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضربافی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف"

ترجمہ: "ان فقیروں کے لئے حق ہے جو محصور ہیں اللہ کی راہ میں اپنی بے نیازی سے وہ چلنے اور سفر کرنے کے محتاج نہیں۔ جاہل عوام انہیں ان کی بے نیازی کی وجہ سے غنی تصور کرتے ہیں۔"

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر   توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اور حضور سید یوم النشور ﷺ نے فقر کو پسند فرمایا اور دعا فرمائی۔

"اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین "

ترجمہ: "الٰہی مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مسکینی میں ہی موت عطا کر اور زمرہ مسکین میں ہی محشور فرما۔"

اور مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بروزِ حشر فرمائے گا۔ میرے قریب لاؤ میرے محبوبوں کو "فیقول الملائکہ من احباء ک" فرشتے عرض کریں گے الٰہی وہ تیرے محبوب کون ہیں۔

"فیقول اللہ عزوجل الفقراء والمساکین" ارشادِ باری ہوگا۔

وہ فقرا اور مساکین ہیں۔

اور اسکی مثل بہت سی آیات بینات اور احادیث مبارکہ ہیں جو اپنی شہرت وروایت کے ساتھ

اثبات سند و دلیل کی محتاج نہیں۔

اور یہ امر تو واضح ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں جو خاص فقراء تھے وہ مہاجرین کرام تھے جنہوں نے سید اکرم ﷺ کی اطاعت کے لئے مسجد میں آرام فرمایا اور حق عبودیت کرنے کے لئے گھر بار چھوڑا۔ (انہیں اصحاب صفہ کہا جاتا ہے) یہ وہی محبوبان خدا ہیں جنہوں نے تمام اشغال دنیاوی سے اعراض کر کے توکل بخدا گوشہ نشینی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے روزی رساں ہونے کے وعدہ پر یقین کر کے بیٹھے رہنے کے حق میں ارشادِ باریِ تعالیٰ ہوا اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کو مخاطب کر کے اِن کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔

ولا تنلر دالذین یدعون ربھم بالغدۃ والعشی یریدون وجھه

ترجمہ۔ ان لوگوں کو فراموش نہ فرماؤ جو لوگ اپنے رب کو صبح وشام یاد کرتے اور پکارتے ہیں اور اسی کی رضا چاہتے ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا۔ **"ولا تعد عینک عنھم تر یدز ینۃ الحیوۃ الدنیا"**

ترجمہ: ان سننے والے لوگوں سے اپنی نظر نہ پھیر۔ کیا تو حیات دنیا کی زینت کا خواہشمند ہے۔

چنانچہ سَرورِ کائنات ﷺ جب اصحابِ صفہ کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کی مبارک زبان سے ارشاد ہوتا۔ (میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی نگرانی کرنے پر تاکید فرمائی۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک فقر کا درجہ بہت بلند ہے اور فقیری کو مرتبہ خاص کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ جو درویش ہیں انہوں نے اسبابِ ظاہری و باطنی کو ترک کر کے خالقِ اسباب کی طرف توجہ تمام کی اور اس پر توکل کر لیا اور اس قسم کا فقر فقراء کے لئے موجب صد فخر ہے اور فقر کا وقار اِن کے دلوں میں اسقدر ہے کہ اِس کے چھوٹ جانے سے وہ غمگین اور ملنے سے

راضی و مسرور ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

یامعشر الفقرا انکم اما تعرفون باﷲو تکرمون اللہ فانظر و کیف تکونو امع اللہ اذا خلو تم بہ

ترجمہ: ''اے جماعت فقرا تم عارف بحق ہونے کی وجہ سے ممتاز ہواور یہی شان تمہاری عزت کی موجب ہے تو تمہیں لازم ہے کہ اپنی خلوتوں میں ہوشیار رہو۔''

اور دیکھو کہ اپنے رب کے ساتھ اس وقت تم کس طرح قریب ہو یعنی جب تم لوگوں میں درویش مشہور ہو جاؤ اور وہ تمہارے حقوق ادا کرنے لگیں اور تمہیں بنظرِ عظمت دیکھیں تو اس وقت تمہیں حق درویشی ادا کرنے کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆☆فقر کیا ہے؟☆☆

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عبادت و بندگی کے لئے دنیا کے کام کاج سے محدود ہو کر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے وسائل مانگنا فقر ہے۔ اہل فقر کی شان بہت بلند و بالا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے خاص الخاص بندے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کی ہر چیز اللہ کے سپرد کی ہوئی ہے۔ اور صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو اپنی گزراوقات کا کارساز مانتے ہیں۔ بظاہر فقرا کے پاس زندگی کا کوئی ساز و سامان موجود ہو یا نہ ہو انہیں کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے ہی دنیا کی ہر چیز سے کنارہ کیا ہوا ہوتا ہے اگر ان کے پاس دنیا کا مال و متاع موجود بھی ہو تو انہیں امیر و مالدار ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مال و دولت نہ ہونے سے محرومی کی شکایت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ایسے بندوں کی نظر میں مال و زر کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ اہل فقر نے اپنے دل کو دنیاوی خواہشات

سے خالی کیا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے باطن دنیا کے حصول اور اغراض سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ان پر عشقِ الٰہی اس قدر غالب ہوتا ہے کہ ان کے مقصد میں دنیا کی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ بھیک مانگنے والے کو بھکاری فقیر کہتے ہیں حالانکہ وہ فقیر نہیں بلکہ گداگر ہوتا ہے۔ فقیر تو بہت اعلیٰ درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ جبکہ گداگروں کو معاشرہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ انہوں نے خالق سے توجہ ہٹا کر مخلوق کے در سے لگائی ہوتی ہے۔ اس لئے تو در در کی ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ دنیا کی گداگری ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ کیونکہ اس میں ذلت کے سوا کچھ نہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا فقیر بننا باعث صد فخر ہے۔

؎ فقیر شاہِ مدینہ ہوں فقیر راہ نہیں　　　فقیر وہ ہوں کہ نظروں میں بادشاہ نہیں

حقیقت میں فقر کیا ہے؟

فقیری اور درویشی نہ باتیں بنانے میں ہے نہ پڑھنے لکھنے میں ہے اور نہ ہی مسائل اور نہ ہی حکایات اور قصے پڑھنے میں ہے بلکہ فقیری، معرفت، غرق توحید وحدانیت اور اپنی انا سے فنا اور نفسانی خواہشات اور شیطانی حرکات وسکنات سے بیزار ہو جانے، زبان بند کرنے، باادب رہنے، ذکر واذکار جاری رکھنے، عقل مند ہونے، مصاحبت اختیار کرنے اور شرح کا پابند رہنے میں ہے۔

فقر کے حصول کا طریقہ:

حضرت شیخ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فقہ، فقر، علم یہ تین حروف ہیں۔ فقیر کے لئے ضروری ہے کہ ان سب کو جمع کر کے گولی بنائے اور شریعت کے پانی میں گھول کر، طریقت، حقیقت، معرفت، اور عشق ومحبت کے پیالے میں ڈال کر پیئے ازاں بعد فقر میں قدم رکھے اور دونوں جہاں کو بھول جائے اور اللہ جل جلالہ بس، ماسوا اللہ ہوس، پر دھیان رکھے، ورنہ اس کے بغیر جادۂ حق نہیں پا سکتا۔ اس

میداں میں ہزاروں بھٹک کر بھول گے۔ حسرت و پریشانی اٹھا کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

مقامات فقر:

فقر آزادی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ شریعت وطریقت پر عامل ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ فقر کے ۷۰ ہزار مقامات ہیں فقیر جب تک ان مقامات کو عبور نہیں کر لیتا تب تک فقر کا تماشا خود بھی دیکھتا ہے اور جہاں والوں کو بھی دکھاتا ہے۔ اسے فقیر نہیں کہنا چاہئے بلکہ وہ اپنے نفس کو پالنے کے لئے فقیری کا دعویدار ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فقیر نہیں کیونکہ جہاں خزانہ ہو وہاں بلائے بار ہوتی ہیں اور جہاں گل وہاں خار بھی ہوتے ہیں۔ پھر فقیر جب ان تمام مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچتا ہے تو تمام افراد سے واقف ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کے مقام سے شناسا ہوتا ہے۔ سلوک کے مذہب میں فقیر اُسے کہتے ہیں جو عرش و کرسی سے گزر جاتا ہے تو اس کا مقام فہم وگمان سے ماورئی ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ ایک بھید بن جاتا ہے۔ عابد و معبود کے مابین جس کا کشف بشر کی وسعت سے بالاتر ہوتا ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ عالم علی الاطلاق ذات ہے جس پر چاہے اس راز کو منکشف فرمادے۔

لا یحتاج فقراً:

فقیر ماسوا اللہ کس کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ اپنے گھر میں بھوکا پیاسا بیٹھا رہتا ہے مگر مخلوق میں سے کسی سے سوال نہیں کرتا اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ فقیر صاحبِ نظر اور کیمیا بھی ہوتا ہے اور الفقر لا یحتاج کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مال وزر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی راہ میں صرف کر کے تارکِ دنیا ہوتا ہے اور وہ خواہش نہیں کرتا اور اس کا یہ مطلب ہے کہ فقیر دنیا اور دنیاداروں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے بغیر حریص ہو کر اس سے لالچ نہیں رکھتا۔ اسکی زبان اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تلوار ہوتی ہے وہ جو کچھ کہتا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے پورا کر دیتا ہے۔

فقر کی ابتدا اور انتہا:

ابتدائے فقر اشتیاق ہے اور انتہائے فقر غرق واستغراق ہے ابتدا علم ہے اور انتہا فقر ہے فقر کی ابتدا ازل ہے اور فقر کی انتہا ابد ہے۔ فقر کی ابتدا کثیف لباس ہے اور فقر کی انتہا لطیف لباس ہے۔ فقر کی ابتدا ولایت ہے اور انتہا نہایت ہے۔ ابتدا ترک ہے توسط فراق ہے اور انتہا توحید میں غرق ہونا ہے۔ رازوں کے راز کی حقیقت فقیر کے دل میں ہے۔ ابتدا فقر فنا ہے۔ اسکا توسط راہِ فقرا ہے اور اس کی انتہا خود خدا ہے

نتیجہ فقر:

فقیر فنافی اللہ کا وجود ہر وقت ہمہ تن تجلی ہے۔ کیونکہ فقر عین ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور تمام تجلیات اللہ نے نور سے روشن ہیں۔ فقرا کا وجود نور سے ہوتا ہے اور عوام کا وجود اربعہ عناصر سے فقیر جب چاہتا ہے اس کا وجود شعلہ شعلہ ہو جاتا ہے اور اس کا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے۔ تو ہوا ہوا میں اور پانی پانی میں مل جاتا ہے اور ان کا وجود ایک لطیف شعلہ ہوتا ہے۔ جو عشق کی آگ سے بھڑکتا ہے اور معشوق کے بغیر قرار نہیں لیتا اور جب تک اپنے معشوق کا دیدار نہیں کر لیتا شروع سے لے کر آخر تک ہمیشہ مشتاق ہو کر پریشان رہتا ہے۔

تو سامنے آ میں سجدہ کروں پھر لطف ہے سجدہ کرنے کا
تو اور کہیں میں اور کہیں تیرے نام کے سجدے کون کرے

فقیری کیا ہے؟

فقیری کسی کی وراثت نہیں اور نہ ہی باتوں باتوں سے اس کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ بلکہ فقیری اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت و مہربانی ہے۔ جیسا کہ دریا کی موج، فقیر لوگ ایسی موج کی انتظار میں رہتے ہیں کہ کب رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔

اور یہ بھی یادر ہے کہ فقیری خرید وفروخت، زرومال، خاموشی دلق پوشی کا نام نہیں، فقیری بدعت، گمراہی، چرم پوشی، یا شراب نوشی کا نام نہیں، فقیری رسم ورسوم، سہو وسکر، یا منزل ومقام کا نام نہیں، اور نہ ہی فقیری ذکر وفکر، وصل وحضوری اور زہد وعبادت میں ہے۔ اور نہ ہی فقیری حال واحوال، مراقبے اور محاسبے میں ہے بلکہ فقیری صرف فنافی اللہ اور بقاباللہ میں ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کوہِ طور پر تجلی ہوئی، اور اُمت محمد یہ کے فقیروں کو ہر دم حضوری اور تجلی حاصل ہے۔

؎ در کنار یم یافتیم باحق حضور موسیٰ سر سنگ زد آں کوہِ طور

موسیٰ علیہ السلام تو طور پہاڑ پر دیدار الٰہی کیلئے سرگرداں پھرتے رہے مگر میں نے کنارے پر ہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حضوری حاصل کرلی۔

؎ چہ حاجت است رب ارنی رویۃ اللہ کہ ظاہر باطنم شد غرق فی اللہ

جب میرا ظاہر اور باطن فنافی اللہ ہو گیا تو پھر مجھے دیدار الٰہی کے لئے رب ارنی کہنے کی کیا ضرورت ہے اور فقیری خانہ ویرانی کا نام ہے۔ جس طرح حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے اپنے مکان کو کبھی آباد نہیں کیا جو کچھ آتا تمام کا تمام فی سبیل اللہ صرف کر دیتے۔ بعض اوقات گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل نہیں ہوتا۔ اور کبھی فرش کے لئے بوریا نہیں ہوتا۔ اسے فقیری کہتے ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ دے وہ بھی اسی کی راہ میں خرچ کر دے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ دلائے وہ بھی اسی کی راہ میں دے دے۔

ہر چہ داری صرف کن در راہ اُو لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

کمالاتِ فقیر:

فقیر فنافی اللہ صاحب حضور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی وحدانیت میں غرق کرنا اور مجلسِ محمدی

میں پہنچانا اس کے لئے کوئی دشوار نہیں ہوتا بلکہ آسان ہوتا ہے۔ اور صرف زہد وتقویٰ اور ذکر و فکر سے یہ بات حاصل ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ کامل پیر و مکمل طالب الی اللہ کا ہاتھ پکڑ کر منزل مقصود کو پہنچا سکتا ہے۔ جو شخص یہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ اسے کامل و مکمل کہنا صحیح نہیں بلکہ وہ ڈاکو ہے اور رہزن (زن کو کہتے ہیں یعنی عورت) کیونکہ ابلیس بھی اسی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اہل ہدایت پر اسے قدرت نہیں ہوتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "یداللہ فوق ایدیھم"

پس رہزن کو چھوڑ کر جوان مردوں کا ہاتھ پکڑ کر جوانمردی حاصل کرنی چاہیے کیونکہ ان کے ہاتھ کے اوپر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ہاتھ ہے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ دست مردے گیر تا مردے شوی　　جز بمردوں نیست راہ رہبری

جوان مردوں کا ہاتھ پکڑ تا کہ تو بھی جوان مرد بن جائے کیونکہ جوانمردوں کے بغیر تیری رہبری ممکن نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ طالب جو کچھ دیکھے بصیرت کی آنکھ سے دیکھے تا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام اس کے لئے بھاری ہو۔ پس تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف نظر کر تا کہ تیرا دل بیدار ہو اور تیری زبان پر اللہ بے گمان ظاہر ہو۔ ہمسائے تجھے پاگل جانیں اور مخلوق تجھے بیگانہ کہے۔ مگر مولا تجھے اپنا بنالے اور تیری زبان پر یہ ترانہ ہو۔

؎ رد خلقیم ہر کہ بندارد　　رد خلق اوست والفقر لا یرد

جو کوئی یہ سمجھ لے کہ ہم لوگ مخلوق کے رد کیے ہوئے ہیں سو وہی مخلوق سے رد کیا ہوا ہے۔ فقیر کسی سے رد نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذکر کے بغیر وہ کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

فقرا کے فضائل:

فقرا کی فضیلت کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

رسولِ اکرام ﷺ نے فرمایا۔

"تحفه المئومن فی الدنیا الفقر" ترجمہ: دنیا میں مومن کا تحفہ فقر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ان لی حرفتین اثنتین فمن احبهما فقدا حبنی ومن البغضهما فقد البغضنی الفقر والجهاد"

ترجمہ: "بے شک میرے دو پیشے ہیں (کام ہیں) پس جس نے ان کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان کو ناپسند کیا اس نے مجھ سے بغض رکھا، ایک فقر ہے اور دوسرا جہاد"

حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں کے زیادہ تر لوگ فقرا تھے اور جہنم میں جھانک کر دیکھا تو وہاں اکثریت مالدار لوگوں اور عورتوں کی نظر آئی۔

اور ایک اور مشہور حدیثِ پاک میں ہے۔

یدخل فقرأ امتی الجنة قبل اغنیا ئها بخمسمائة عام

ترجمہ: "میری اُمت کے فقیر، مالدار لوگوں سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

رسالتِ مآب ﷺ کی خدمت میں عرب کے سرمایہ داروں اور سرداروں نے عرض کیا کہ ایک دن ہمارے لئے مقرر فرمائیں اور ایک دن ان فقرأ (اصحابِ صفہ) کے ملنے کے لئے علیحدہ متعین فرمادیں تاکہ جب فقرأ آپ کے پاس آئیں تو ہم نہیں آئیں گے اور جب ہم آئیں تو پھر یہ نہ آئیں۔ یعنی حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم جو فقیر تھے اِن کے بارے میں کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن کی بات مان لی ان (کفارِ مکہ) نے آپ سے مطالبہ اس لئے کیا تھا

کہ ان کو ان (فقرأ صحابہ کرام) کے کپڑوں سے بو آتی تھی اور اِن کا لباس اُونی تھا اور سخت گرمی تھی جب اِن کو پسینہ آتا تو اُس کی بو پھیلتی جو مالدار لوگوں پر گراں گزرتی۔ ان (سرداروں اور مالدار لوگوں میں) اقرع بن حابس تمیمی، عینہ بن حص فرازی، عباس بن مراد اسلمٰی اور کچھ دوسرے لوگ شامل تھے کہ ہم تو تونگر مالدار لوگ ہیں۔ فقرأ صحابہ کرام کے ساتھ نشست وبرخاست سے متنفر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اِن کو تمہارے ساتھ بیک وقت مجلس میں اکٹھا جمع نہیں کروں گا تو اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

" وصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم با العذة والعشیی یریدون وجھه ولاتعد عینک عنھم تریدزینة الحیوة الدنیا ولاتطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا وتبع ھواہ وکان امرہ فرطا وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤ من ومن شاء فلیکفر"

ترجمہ: "اور جو لوگ اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسکی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ ان کے ساتھ ہی اِپنی ذات کو مانوس رکھو اور ان سے اپنی نظریں نہ ہٹاؤ (فقراء سے) یہ مالدار تو دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ اس کی بات نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور آپ فرما دیجئے حق میرے رب کی طرف سے ہے۔ پس جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہئے کفر کرے۔"

؎ نزع میں گور میں میزان پہ سرِ پُل پہ کہیں نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلّٰی تیرا

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بنی کریم ﷺ نے فرمایا۔

" اذا ابغض الناس فقراء ھم والطھرو اعمارہ الدنیا وتکا لبوا علی جمع الدراھم

رماھم اللہ باربع خصالِ باالقحط من الزھان والجوزمن السلطان والخیانۃ من ولاۃ الاحکام والشوکۃ من الاعداء "

ترجمہ: "جب لوگ فقراء کو برا جانیں گے۔ دنیوی زیب و زینت کی تعمیر کا اظہار کریں گے اور درہم جمع کرنے کی خاطر حرص میں اپنی جانوں کو کھپائیں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ چار طرح کے عذاب وارد کرے گا۔"

۱۔ زمانے کا قحط ۲۔ بادشاہ کا ظلم

۳۔ والیانِ حکام کی خیانت ۴۔ دشمن کا غلبہ اور قوت

؎ کاش ان کے اشارے پہ ہم چل پڑیں چاند جن کے اشارے پہ چلتا رہا

پیارے حبیب ﷺ نے فرمایا۔ فقیروں کے ساتھ اچھی جان پہچان رکھو اور ان کے پاس اپنی امانتیں چھوڑ دو (مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کر کے اپنے لئے آخرت کا سامان تیار کر لو) کیونکہ ان کو شوکت حاصل ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ان کی شوکت کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بروز قیامت ان سے کہا جائے گا۔ تم دیکھ لو کہ کس نے تمہیں روٹی کا ٹکڑا کھلایا یا پانی کا گھونٹ پلایا تھا یا تم کو لباس پہنایا تم اس کا ہاتھ تھام کر اسے جنت میں لے جاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ان لکل شیئی مفتا حا و مفتاح الجنۃ حب المساکن والفقراء لعبر ھم ھم جلساء اللہ تعالیٰ یوم القیامہ"

ترجمہ: " بیشک ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مسکینوں اور فقیروں سے محبت کرنا ہے۔ کیونکہ وہ صبر کرتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہم نشین ہوں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس اُمت کے اندر فقیر لوگ بہترین لوگ ہیں جو تیزی کے ساتھ جنت

میں چلے جانے والے ہیں۔ وہ ضعیف لوگ ہیں (یہاں ضعیف سے مراد دنیوی جاہ مال نہ رکھنے والے ہیں)۔

موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے عرض کی۔ اے میرے پروردگار مخلوق میں سب سے پیارا تیرے نزدیک کون ہے تاکہ میں اس کے ساتھ محبت رکھوں۔ جواب ملا ۔ فقیر

حضرت موئل فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی محفل میں مالدار لوگوں سے زیادہ ذلیل اور فقراً سے زیادہ معزز کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا وہ شخص لعنت کا مستحق ہے جو مالدار کی عزت کرتا ہے اور فقیر کی توہین کرتا ہے یعنی مالداری اور غربت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ ورنہ مالدار کی نیکی کی وجہ سے اس کی عزت کرنا فقیر کی برائی کی وجہ سے اس سے نفرت کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ مجھے شکستہ دل لوگوں میں تلاش کریں۔ آپ نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا سچے فقراً

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''لا احد افضل من الفقیر اذا کان راضیا''

ترجمہ: فقیر سے افضل کوئی نہیں جب کہ وہ (فقر) پر راضی ہو۔

اور ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرمائے گا۔

میری مخلوق کے پسندیدہ عمدہ لوگ کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے اے ہمارے رب وہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا مسلمان فقراً ہیں۔ جو میری عطا پر قناعت کرتے ہیں اور میری تقدیر پر راضی ہوتے ہیں۔ ان کو جنت میں داخل کرو پس وہ جنت میں داخل ہو کر کھائیں گے اور پئیں گے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ

''ان اردت الحوق بی فعلیک بعیش الفقراٗ وایاک و مجا لسة الاغنیاء ولا

شرعی درعک حتی ترقعیہ"

ترجمہ": اگر تم میرے ساتھ ملنا چاہتی ہو تو فقراً جیسی زندگی گزارنا ہوگی مالدار لوگوں کی مجلس سے بچنا ہوگا اور اس وقت تک چادر نہ اتارنا جب تک اس پر پیوند نہ لگالو۔"

فضول خرچی سے منع فرمایا۔ آج ہماری صورت حال یہ ہے کہ گھر میں کپڑوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی نیا کپڑا خریدنا فرض سمجھا جاتا ہے کیونکہ بازار میں نئی ورائٹی جو آئی ہے۔

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۰ ہزار درہم لے کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے بہت منت سماجت کی تو آپ جلال میں آئے اور فرمایا کیا تم چاہتے ہو میں ۱۰ ہزار درہم کے بدلے میں اپنا نام فقراً کے رجسٹر سے نکال دوں میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں وہ اپنے لطف وکرم سے ہمیں حسنِ توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم، احسان اور وسیع جود کے ذریعے غیر سے ہماری طمع کو منقطع کردے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر۲

☆☆☆ محبت کا سفر ☆☆☆

یہ ایک حقیقت ہے کہ کائنات کی بنیاد محبت ہے۔ دیکھئے! زمین محبوبہ ہے اور آسمان پر یمی آپ کھلی جگہ پر جا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اسے دیکھنے کے لئے کمان کی طرح جھکا ہوا ہے آسمان زمین سے بہت پیار کرتا ہے۔ روایت کے مطابق آسمان بھی محبوبہ کی بے اعتنائی کا شکار رہتا ہے۔ آتش ہجر نے آسمان کو جلایا ہے تو تنگ آ کر آسمان جب اپنا داغ دکھاتا ہے (اشارہ ہے آفتاب کی طرف) اس داغ کی گرمی سے زمین کا حُسن جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر شے سوکھ جاتی ہے۔ زمین کی رگوں سے خون تک، آتشِ عشق ختم کرنا شروع کر دیتی ہے۔ مگر آخر محبوبہ ہے محبّ کو رحم آ جاتا ہے وہ رو پڑتا ہے کہ داغِ جگر کیوں ظاہر کیا خوب روتا ہے اس کے آنسو زمین کے اندر خوشی کی لہر دوڑا دیتے ہیں۔ زمین خوش ہو جاتی ہے۔ اور اپنے جگر کے خون سے رنگ کر روزانہ آسمان کو گلاب کے پھول پیش کرتی ہے۔ طرح طرح سے خوشی کا اظہار کرتی ہے۔

زمین کے اندر بڑی کشش ہے۔ واقعتاً محبوبہ کے اندر بڑی کشش ہوتی ہے۔ زمین کی ہر شے اس سے بڑی محبت رکھتی ہے۔ آپ کوئی چیز اُوپر آسمان کی طرف پھینکیں۔ ایک لمحہ زمین سے جدائی برداشت نہیں کرے گی فوراً زمین کی طرف آنے کی کوشش شروع کر دے گی اور پھر زمین سے مل کر ہی دم لے گی۔ خود خالقِ کائنات، مالکِ ارض و سما زمین سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس لئے سب قیمتی خزانے زمین کو عطا کر دیئے ہیں آپ بتا سکتے ہیں کہ زمین کو اتنا رتبہ کیوں ملا ہے؟

سوچ لیں......

میں بتاؤں......اس لئے کہ اس میں حضور پاک ﷺ کا روضہ مبارک ہے اور آپ کے

والدینِ کریمین کے مقدس مزار ہیں محبت ایک جانا پہچانا موضوع ہے۔ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ انسان۔

اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمین کو افلاک پہ تو گنبدِ خضراء نہیں کوئی

محبت کو پروان چڑھنے کے لئے ایک زرخیز دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ محبت بھی آنسوؤں کی بارش مانگتی ہے۔ محبت جب پھیلتی ہے تو ہر طرف سکون ہی سکون ہوتا ہے۔ محبت کا بیج جب پودا بنتا ہے تو اس پر نیکی کے اور احسان کے پھل پھول لگتے ہیں۔

عشق و محبت کا یہ سلسلہ نہ صرف وقت اور فاصلوں کی پیدائش سے بھی پہلے کا جاری اور ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا حتٰی کہ موجودہ اِرض وسما کی بساط لپیٹنے کے بعد بھی۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کائنات کا لازمی جزو ہے اور باقی تمام مخلوقات اِسی کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔ تمام کائنات و مخلوقات کا محور خالقِ کائنات، مالکِ ارض سما کی محبت یا محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی محبت و رحمت کی تمام راہیں آپ کی طرف جاتی ہیں۔ محبت رحمت آپس میں متصل ہیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین رشد و ہدایت کا محور و مرکز ہیں اور یہیں سے ساری کائنات اور مخلوقات کو بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و عقائد، موسم و جغرافیہ اور بلا جنسی تفریق کے تقسیم جاری ہے۔

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھا دو جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو۔

بقول وارث شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محبت سے مراد کسی ایک انسان کے لئے اپنی انا اپنی ذات و نفس اور اپنی رضا کو قربان کر دینا یعنی اپنی رضا کو کسی دوسرے کی رضا کے تابع کر دینا کسی دوسرے شخص کے لئے اپنی ذات یا نفس کی نفی کرنا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا کے لئے اس کی مخلوق سے بے لوث محبت کرنا ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ محبت کا سب سے پہلا اور بنیادی تقاضا ادب ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے محبوب سرورِ عالم ﷺ کی محبت اور اس کے تقاضے یعنی شریعت و طریقت سکھانے کے لئے

ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اولیاء کرام علیہم الرحمٰن اور ممتاز علماء کرام نے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشھداءِ والصالحین و حسن اولئک رفیقا"

ترجمہ: "اور جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فضل کیا۔یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

اس لحاظ سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت رکھنے والے اور لوگوں کو اس طرف راغب کرنے والی پہلی شخصیت ہے۔

قرآن کریم میں لفظ محبت استعمال ہوا ہے پورے قرآن پاک میں ایک مرتبہ بھی لفظ عشق استعمال نہیں ہوا۔سرور عالم ﷺ نے بھی لفظ عشق استعمال نہیں فرمایا۔

محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے۔محبت ایک ابدی اضطراب ہے روح کا۔

محبت کا تعلق ہے رب سے پھر سب سے، عشق کا عقاب اڑتا ہے قیس وفرہاد کے سر پر اور محبت کا نزول ہوتا ہے حضور ﷺ کے دھڑکتے دل پر۔ماں کا بچے کی نگہداشت کرنا بھی محبت ہے۔بھائی کا بہن کی حفاظت کرنا بھی محبت ہے۔شہری کا اپنے ملک سے وفاداری بھی محبت ہے۔سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تلاش وجستجو میں نکل آنا بھی محبت ہے۔محبت نے بڑے بڑے رستم جب وہ ہاتھ ملانے آگے بڑھے تو مار ڈالے۔

محبت نے شہزادوں کے سروں سے تاج اتروا کر ہاتھوں میں کشکول تھما دیئے۔اس قدر سخت اور طاقتور ہے کسی ملک میں بھی ناکام نہیں۔ ہر جگہ اس کی حکومت ہے اور ہر جگہ یہی فاتح ہے۔

محبت کہیں شمع ہو کر پگھلتی ہے۔ کہیں پروانہ بن کر۔ کہیں چشم تر ہے کہیں درد سر ہے۔ کہیں خلیل ہے کہیں مثل علیل ہے۔ کہیں دردمند ہے۔ کہیں خود پسند ہے۔ کہیں تاج بادشاہی کہیں کشکول گدائی۔ محبت نے کئی دل باغ باغ کیے اور کئی گھر بے چراغ کیے۔ محبت ہی کارخانہ اللہ کی بنیاد ہے آگ سوزِ محبت ہے۔ پانی رفتار محبت ہے، خاک قرار محبت ہے، رات محبت کا خواب ہے۔ دن محبت کی بیداری ہے۔

؎ از ہر چہ ہست محبت　　　　ودگر ہر چہ ہست لا

''جو کچھ بھی ہے محبت ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

ذرہ سے صحرا تک، قطرہ سے دریا تک، گُل سے گلستان تک، ستاروں سے کہکشاں تک، زمین سے آسمان تک، شجر سے حیوان تک، حشرات سے انساں تک قطرے کا کوئی وجود نہیں۔ ذرہ اکیلا کچھ نہیں۔ تنہا ستارہ کیا روشنی دے گا۔ جب تک دوسروں سے وصال نہ ہو۔

محبت صورتیں بدل بدل کر ظاہر ہوتی ہے۔

مجنوں کے سامنے لیلیٰ بن کر　　　　رانجھا کے سامنے ہیر بن کر

فرہاد کے سامنے شیریں بن کر　　　　پنوں کے سامنے سسی بن کر

چکور کے سامنے چاند بن کر　　　　بلبل کے سامنے گل بن کر

لوہے کے سامنے مقناطیس بن کر　　　　مچھلی کے سامنے پانی بن کر

ماں کے سامنے بچہ بن کر　　　　باپ کے سامنے بیٹا بن کر

ہر ایک کی محبت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اسی طرح محبوب بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ انسان کے محبوب بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی سیرت تو کبھی صورت۔ کبھی دولت تو کبھی غربت۔ کبھی نام تو کبھی جام۔ کبھی رحمان تو کبھی شیطان۔ محبوب کئی ہو سکتے ہیں۔ مگر دینِ اسلام کے اندر صرف ان اشیاء

کومحبوب بنانا چاہیے جواللہ تعالیٰ جل جلالہ کا پتہ بتاتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے تین محبوب عمل۔۔

۱۔ وہ زبان جواللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذکر میں تر ہو۔

۲۔ وہ دل جوشکر اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں مصروف ہو۔۳۔ وہ بدن جو بلاؤں پر صبر کریں۔

سیدالانبیا ﷺ کے تین محبوب عمل۔

۱۔خوشبو ۲۔صالح خواتین ۳۔نماز

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ سرور عالم ﷺ کے سامنے بیٹھنا۔ ۲۔تاجدارِ کائنات ﷺ پر اپنا مال قربان کرنا۔

۳۔ جانِ کائنات ﷺ پر درودِ پاک پڑھنا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ نیکی عام کرنا۔ ۲۔ برائی کا کام تمام کرنا۔ ۳۔ حدود اللہ کو قائم کرنا۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ تطعم الطعام ۲۔ افشو السلام ۳۔ رات کا قیام

سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ جہاد کے لئے تلوار چلانا ۲۔ گرمیوں میں صیام ۳۔ میزبانی کرنا

سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے تین محبوب عمل۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس آنا ۲۔ وحی الٰہی لانا ۳۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ تحصیلِ علم کے لئے راتوں کو جاگنا ۲۔ عاجزی وانکساری کرنا ۳۔ دنیا کی محبت سے دل کو خالی کرنا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ تاجدارِ انبیا ﷺ کے روضے کا مجاور بنا رہنا۔ ۲۔ اہلِ بیت کی تعظیم کرنا

۳۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کے شہر میں موت آنا۔

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔ ۲۔ تکلف کی باتوں کو چھوڑنا۔

۳۔ طریق تصوف کی بات کرنا۔

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ اقوالِ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرنا۔ ۲۔ آپ ﷺ کے انوار سے برکات حاصل کرنا۔

۳۔ آپ ﷺ کے طریق ماثورہ پر چلنا۔

اولیاء اللہ کے تین محبوب عمل۔

۱۔ صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی باتیں کرنا۔ ۲۔ اس کی یاد میں اس کے خوف میں رونا۔

۳۔ ہر کام اس کے حکم کے مطابق کرنا۔

یہ دریا ہے بغیر گہرائی کے، یہ شراب ہے بغیر پیالے کے، یہ آگ ہے بغیر دھوئیں کے، یہ شعلہ ہے بغیر چراغ کے، یہ تالہ ہے بغیر چابی کے، یہ بیماری ہے بغیر دوا کے، یہ تپتا صحرا ہے، یہ اشکوں کا دریا ہے، محبت ایک خزانہ ہے جس میں طرح طرح کے ہیرے جواہرات ہیں۔

محبت کی آگ نے طور کو جلایا۔ محبت کی آگ نے نمرود کی آگ کو بجھایا۔ محبت آگ ہے جو دھیمے دھیمے جلاتی رہتی ہیں۔ آپ جتنا پانی ڈالیں گے ساون کی ہو یا اشکوں کی بجھے گی نہیں بلکہ اور بڑھے گی۔ یہ آگ تنکے نہیں جلاتی دل جلاتی ہے۔ جگر جلاتی ہے۔ محبت ایسی چیز ہے جس سے

آسمان عبور ہوسکتا ہے۔ دریا عبور ہوسکتا ہیں۔ سمندر عبور ہوسکتا ہیں۔ محبت درد بھی ہے۔ محبت دوا بھی۔ دوری ہو تو درد۔ قریب ہو تو دوا۔ خلیل اللہ علیہ السلام نے محبت میں تن من دھن قربان کر دیا۔ محبوب کی محبت پانے کیلئے آگ میں چلے گے۔ محبوب کی خاطر بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی محبوب کی رضا کے لئے۔

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے　　　تیرا کرم کہ چُنا مجھ کو امتحاں کیلئے

محبت آسان شے نہیں۔ اس میں موت کو خوشی خوشی گلے لگانا پڑتا ہے۔ جب آپ کی محبت کے ساتھ شناسائی ہوگی تو آپ کا امتحان لینے کے لئے محبت سب سے پہلے آپ کو غموں کے حوالے کرے گی۔ گویا کہ میں یوں کہوں کہ جب آپ محبت کے سفر پر گامزن ہوں گے۔ تو غم آپ کا شریک سفر ہوگا۔

آپ واقعی محبت کی شاہراہ پر چل رہے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ چہرہ زرد، آہیں سرد، دل با درد، آنکھیں اشکبار، دل بے قرار، سرگرداں پریشان، غمگسار کو پانے کے لئے غمگین ہونا ضروری۔ محبت آپ کو غم عطا کرے گی۔

محبت درِ نایاب ہے۔ عظیم دولت ہے۔ عطا ہے۔ قسمت والوں کو ودیعت کی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ دولت مند ہیں وہ شخص، جو غمِ محبوب سے نوازے گے۔ آدمی جب تک درد والم، رنج ومحن کی آگ میں نہ جلے تو اس وقت تک محبت کی خوشبو مشام جاں تک نہیں پہنچتی، جب کوئی مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے میرے ساتھ محبت رکھنے والوں کے دل پر رکھ دو۔

؎ جس حال میں تو رکھے وہ حال گوارا ہے　　　بس اتنا مجھے کہہ دے یہ بندہ ہمارا ہے

ہر مصیبت نازل کر کے آزماتا ہے۔ پھر جب وہ اس کی حفاظت کے قابل سمجھا جاتا ہے تو موتی

عطا کر دیا جاتا ہے۔

محبت کی اپنی سلطنت ہے اس کا بادشاہ محبوب ہے۔ وہ مسکرا دے تو بہار، وہ ناراض ہو تو خزاں، وہ نظر کرے تو زندگی، وہ نظر پھیر لے تو موت، محبوب جان مانگے تو لٹا دے۔ سر مانگے تو کٹا دے۔ محبّ آزادی ناپسند کرتا ہے۔ محبوب کی زلفوں کا قیدی رہنا چاہتا ہے۔ جب محبّ محبت سے آگاہی پالیتا ہے پھر اس پر حقائق آشکار ہو جاتے ہیں۔ اسے ہر ذرے میں آفتاب نظر آتا ہے۔ شبنم کے قطرے میں سمندر کی گہرائی کا علم ہوتا ہے۔ نرم کو دیکھے یا کہ سخت کو، حجر کو دیکھے یا درخت کو۔ میدان کو دیکھے یا دریا کو چمن کو دیکھے یا صحرا کو، زمین کو دیکھے یا آسماں، جگنو دیکھے یا کہکشاں، وہ جس طرف توجہ کرے اسے محبوب ہی نظر آتا ہے۔ اور آپ کو یہ کہتا ہوا نظر آئے گا۔

محبوب کی گلی ہو تو باغ و بہار کو کیا کرنا ☆ محبوب کا چہرہ ہو تو لالہ وزار کو کیا کرنا ☆ محبوب کا شہر ہو تو سبزہ زار اور باغ و بہار کو کیا کرنا ☆ اشک ہوں یادِ محبوب کے تو یاقوت کے انبار کو کیا کرنا ☆ محبوب پہلو میں ہو تو حور کے لب و رخسار کو کیا کرنا ☆ جیتے جی آ جا میرے محبوب۔

مجھے تیرے نعلیں کافی ہیں خلعت و دستار کو کیا کرنا

ایک محبّ کا حال سنیئے۔ جسے محبت نے عرش سے فرش پر اُتار لایا۔

زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے محبت کی۔ عرش سے فرش کیطرف سفر شروع ہو گیا۔ کاخ سے خاک تک پہنچ گئیں۔ یہ محبت کبھی بادشاہ کو گدا تو کبھی گدا کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔ زلیخا کو محبت ہوئی۔ محبت نے اپنا کام دکھانا شروع کیا۔ ان نے ہر شے بھلا دی ایک ''یاد'' کے لئے جب یوسف علیہ السلام شاہِ مصر بنے تو قحط پڑا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی رب فرماتا ہے۔ لوگوں کے لئے کھانا تیار کرو اور خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ، کھانا تیار ہوا۔ مصر کی عوام پہنچ گی۔

یوسف علیہ السلام بھی جلوہ افروز ہوئے تناول فرمانے لگے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ہاتھ پکڑلیا۔ اور کہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس وقت تک تم نہیں کھا سکتے جب تک ایک مہمان اور نہ پہنچ جائے اور آپ خود اسے لیکر آئیں۔ آپ نے پوچھا، وہ مہمان کہاں ہے۔ جواب ملا جنگل میں۔ پوچھا نام ہے کیا؟ جواب ملا زلیخا، جس نے آپ کی محبت میں دولت شہرت، رعنائی حتیٰ کہ بینائی بھی کھودی، یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنے کسی غلام کو بھیج دیتا ہوں وہ لے آئے گا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی رب فرماتا ہے خود جا کر لے آؤ۔ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ آج زلیخا کی اتنی ناز برداری کیوں ہو رہی ہے۔ اس نے آج سونے کے بت کو جسے وہ پوجتی تھی اٹھا کر پھینک دیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگی۔ اے یوسف علیہ السلام کے اللہ! مجھے تو ہی یوسف علیہ السلام سے ملا دے۔ یہ (بت) تو ملاتا نہیں۔ رورو کر میری جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہوگئی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا یوسف علیہ السلام سے کہو وہ خود جائیں اور زلیخا کو لائیں۔ یوسف علیہ السلام بمعہ لشکر کے چلے۔ وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو زلیخا نے اپنی لونڈی سے کہا میری بینائی نہیں۔ میرے ہاتھ میں لاٹھی تھما دو اور دروازہ کھول دو یوسف آرہے ہیں۔ لونڈی نے عرض کی، مالکن آپ کو کیسے پتہ چلا کہ شاہِ مصر آرہے ہیں آپ نے جواب دیا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے۔ لونڈی بولی۔ آپ کا دل تو آپ کے پہلو میں ہے۔ یوسف علیہ السلام یہاں سے کتنی دور ہیں۔ آپ کو کیسے خبر ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام آرہے ہیں۔ آپ مسکرائیں اور فرمایا اے بے خبر! دل میرے پہلو میں ہوتا تو فکر ہی کیا تھی، رونا تو یہی ہے کہ دل اپنے پاس نہیں میرا جسم تو اس جگہ ہے اور جان دوست کے کوچہ میں ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جان جسم کے اندر ہے۔

راستے میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ یوسف علیہ السلام قریب پہنچے تو پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپ رو

پڑیں اور زبانِ حال سے کہنے لگیں میں نے جوانی، غربت خاندانی، تاجِ سلطانی، آنکھوں کی بینائی، چہرے کی رعنائی آپ کی محبت میں قربان کردی۔اب بھی پوچھتے ہو میں کون؟

دل محبوب کا گھر ہے۔دل بظاہر آپ کا ہے مگر آپ اس کے اندر خود نہیں رہ سکتے، دوسرے کو یہ گھر بغیر کرائے کے مفت دینا ہوگا۔اور جب محبوب دل میں رہنے لگ جائے۔چونکہ دل مرکزِ جسم ہے۔اس لئے محبوب کا کنٹرول تمام اعضاء پر ہو جاتا ہے۔

دنیا کی رونقیں محبوب کے دم قدم سے ہوتی ہیں۔انسان ہی نہیں چرندے، پرندے، درندے، پہاڑ، اشجار، احجار، انہار، ستارے، نظارے، بہاریں، آبشاریں سب اپنے محبوب کا احترام کرتی ہیں۔اشجار و پہاڑ اپنے محبوب کے احترام میں کھڑے ہیں دریا اور نہریں مستی میں جھوم جھوم کر رواں دواں ہیں۔پرندے محبوب کی خوشی میں نغمہ سرا ہیں۔

تھوڑا سا توقف کیجیے؟

آنکھیں دو، کان دو، ہاتھ دو، پاؤں دو، لیکن دل ایک زبان ایک دو دل اور دو زبانیں کیوں نہیں؟ اس لیے ایک زبان اشارہ کررہی ہے صرف ایک کا ذکر کر۔اور ایک دل اشارہ کررہا ہے اس میں صرف ایک ہی کی گنجائش ہے آیئے میں آپ کی ملاقات دنیا کی چند مشہور ہستیوں سے کرواتا ہوں آپ ان سے پوچھئے کہ محبت کیا ہے وہ آپ کو جواب دیں گے۔

ان بلند و بالا ہستیوں کو ایک جگہ لانے کے لئے مجھے کتنے جتن کرنے پڑے ہونگے اور کتنی کتابوں کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑی ہوگی۔اور کتنے اوراق کو میں نے کھنگھالا ہوگا۔شاید آپ اندازہ بھی نہ کرسکیں۔بہر حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک "محبت" صرف اور صرف اس کے پاک محبوب ﷺ پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردینا محبت ہے۔

سید الانبیاء ﷺ کے نزدیک "محبت حق" ایک ایسا بادشاہ ہے جو ہر دل میں جلوہ افروز نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل میں متمکن ہوتا ہے جو اس کے شایاں شان ہو۔

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

سیدالاولیا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے نزدیک "محبت" اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا عطیہ ہے۔ تحفہ ہے، عنایت ہے اس میں بندے کو کچھ اختیار نہیں۔ یہ اس وقت پائی جاتی ہے جب پردہ غیب سے مشیت ایزدی چاہتی ہے۔

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک "محبت" اصلِ حیات ہے۔ محبت دل کے لئے بمنزلہ طعام اور پانی ہے۔ محبت سے خالی دل ویران ہے۔

سخی سلطان باہو علیہ الرحمہ کے نزدیک "محبت" چراغ ہے جس سے زندگی کی تاریکی دور ہوتی ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "محبت" انسان کا خمیر ہے۔ آنکھیں دیدار کو ترسیں، کان ذکر محبوب کے لئے بیتاب ہوں، ہاتھ پاؤں غرضیکہ تمام اعضاء محبوب کے مشتاق ہوں۔

حضرت بابا فریدالملت والدّین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک "محبت" ایک آگ ہے جو صرف درویش کے دل میں قرارِ گزیں ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے نزدیک دنیا و آخرت اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا خیال دل سے نکال کر صرف محبوب حقیقی کی محبت کو باقی رکھنا "محبت" ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "محبت" درد ہے۔ اور یہ درد ہر وقت محبت کو تڑپاتا ہے۔ فقط یار کے خیال میں مگن رہنا محبت ہے۔

امام غزالی علیہ رحمہ کے نزدیک سب کچھ محبوب پہ نثار کرنا اور ہمہ وقت محبوب کا ذکر کرنا محبت ہے۔

میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "محبت" دریا ہے جو ازل سے بہہ رہا ہے۔ محبت ایمان کی جان ہے۔ محبت کے بغیر انسان حیوان ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ کے نزدیک "محبت" نزول تجلیات کا باعث بنتی ہے۔ اور دیدارِ حق کے لائق بناتی ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے نزدیک الوہیت سے بے نیازی لی، فرشتوں سے عاجزی لی، حوروں سے پاکیزگی لی، ستاروں سے چمک لی، چاند سے داغ لیا، رات سے تاریکی لی، بجلی سے تڑپ لی، ان سب کو انسان کے آنسوؤں میں گھولا، جو مرکب تیار ہوا اس کا نام محبت ہے۔

شاعر ایران حافظ شیرازی کے نزدیک "محبت" بحرِ بے کنار ہے۔ محبت کی راہ بڑی عجیب راہ ہے۔ اس میں وہی سر بلند ہوتا ہے۔ جو سر کٹا دیتا ہے۔

شاعر لکھنوٗ قدرت اللہ قدرت کے نزدیک "محبت" کی منزل وصال یار نہیں بلکہ تلاش یار ہے۔

ماں سے پوچھا محبت کیا ہے؟ جواب ملا۔ بچوں کی بہترین پرورش کرنا۔

استاد سے سوال کیا محبت کیا ہے؟ کہنے لگے۔ بچوں کو اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنا۔

آسمان سے مخاطب ہوا ہوں کہ محبت کیا ہے؟ جواب ملا! مسلسل رونا۔

سورج سے پوچھا تو بتا محبت کیا ہے؟ جواب ملا۔ زمین کے غم میں جلنا۔

کوئل سے سوال کیا محبت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ غمِ محبوب، یادِ محبوب، فراقِ محبوب میں جلنا اور خوب آہ و زاری کرنا۔

مچھلی سے پوچھا محبت کیا ہے؟ جواب ملا وصالِ یار۔

پروانے سے پوچھا محبت کیا ہے؟ جواب آیا جان کا دیدار کرنا خواہ جان چلی جائے۔

کتے سے پوچھا محبت کیا ہے؟ بولا: جس کا کھانا پھر اس کے در سے نہ جانا۔

بیری کے درخت کے قریب گیا۔

چند بچے ہاتھ میں پتھر لیے درخت کو زور زور سے مار رہے تھے میں خاموش کھڑا رہا۔ بچے پتھر مارتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ پتھر شجر کو لگتے ہیں بدلے میں وہ اپنا ثمر دیتا ہے وہ پھل جو اس نے اپنا خونِ جگر دے کے پالا تھا۔

بچوں ۔۔ نے پھر پتھر مارے ۔ درخت نے پھر بیر دیئے۔ جب بچے چلے گئے تو میں درخت سے مخاطب ہوا۔

تو جواب ملا۔ ۔۔۔ ہے محبت خود غم سہنا اور زخم برداشت کرنا۔ اور دوسروں کو سکھ پہنچانا

میر ۔۔۔ دیک محبت؟

بازارِ ہستی ۔۔ں جگہ جگہ بقدم قدم پہ حسن و جمال کی دکانیں سجی ہیں۔ ایسے میں بندہ محبت کرے تو کرے کس سے

میرے نزدیک صرف ایک ہی ہستی ہے جو محبت کے لائق ہے وہ ہیں محمد رسول اللہ ؐ

یارسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ ﷺ

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ اور اس کے حبیب ﷺ سے محبت اور اس کے تقاضے سیکھنے اور سکھانے کا عمل ہی روحانیت، طریقت اور تصوف ہے۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت اور شرعی احکام بھی محبت ہی کا تقاضا کرتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ایک مقررہ وقت پر یعنی بروز قیامت شریعت کی پابندی روک دی جائے گی۔جبکہ تصوف وروحانیت یعنی محبت کا یہ سفر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔

ے یہ روز روز کا پینا مجھے پسند نہیں کبھی نہ ہوش میں آؤں وہ جام دے ساقی

ہر نہ سمجھ آنے والی چیز کو باطنی یا سائنسی زبان میں MetaPhysical قرار دینا یا سرے سے اس کا انکار کر دینا زیادتی ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات ایک بہت بڑی حقیقت ہے اِس طرح روح کا وجود بھی ایک حقیقت ہے۔اگرچہ روح ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔تو صرف اس بنا پر ہم اس کے وجود کو نہیں جھٹلا سکتے۔ یہ ایک PhysicallyExist کرنے والی چیز ہے۔

جس طرح سائنس کی زبان میں الیکٹران نظر نہ آنیوالی چیز ہے۔الیکٹران کا وزن اتنا کم ہے کہ یہ ہم Exist نہیں کر سکتے۔لیکن اتنی کم وزن والی چیز حقیقت میں Exist کرتی ہیں اور یہی سائنس کی ترقی کی بنیاد ہے۔بالکل اسی طرح تصوف اور روحانیت وقت اور فاصلوں کی پیدائش سے بھی پہلے کی حقیقت ہے۔صرف سمجھ نہ آنے کی صورت میں اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر۳

☆☆☆ تصوف ☆☆☆

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔

وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطھبم الجاھلون قالو سلما "اور رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام"

سرکارِ کل عالم ﷺ کا فرمانِ ذیشان

"من سمع صوت اھل التصوف فلا یؤ من علی دعائھم کتب عند اللہ من الغافلین"

ترجمہ: جس نے اہلِ تصوف کی آواز سن کران کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک غافلوں میں لکھا گیا۔

دنیا کی تمام لذتوں کو ترک کر کے حق تعالیٰ سے مشغول ہونا اور دل کی صفائی حاصل کرنے کا نام تصوف ہے۔اس میں جو کچھ بھی آدمی پر گزرے اسے حقِ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ اس طرح رہے کہ سوا اس کے کسی کو نہ جانے ،تصوف کی بنیاد ہی اتباعِ سنت ہے۔تمام اخلاقِ سیءہ سے علیحدہ ہونے اور تمام اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے اور خوش خلقی سے مخلوقات کے ساتھ پیش آنے کو تصوف کہتے ہیں۔

تصوف کوئی نئی چیز نہیں اس پر پیغمبروں اور صدیقین کا عمل رہا۔

تصوف کا مطلب سیدنا جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھیئے آپ فرماتے ہیں تصوف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ بندہ ٹھہرتا ہے۔

حضرت ابن الحلا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

تصوف، ایسی حقیقت کا نام ہے جس کی تعریف رسمی نہیں ہوتی۔

حضرت مصری علیہ الرحمہ تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تصوف نام ہے اپنے ضمیر کو مخالفتِ حق سے محفوظ رکھنے کا۔

حضرت محمد بن علی بن حسین ابن علی بن ابی طالب فرماتے ہیں۔

تصوف ایک نیک خصلت ہے۔ جو زیادہ نیک خصلت ہے وہ اعلیٰ قسم کا صوفی ہے۔

تصوف پر حضرت علی بن بندار علیہ الرحمہ کا قول سنیئے۔

صاحبِ تصوف اپنے آپ کو ظاہراً اور باطناً کسی حالت میں نہ دیکھے اور دیکھے تو کلیتہً ذاتِ والا صفات کو دیکھے یہ تصوف ہے۔

حضرت محمد بن احمد مقری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

تصوف وہ استقامتِ حال ہے جو ذاتِ حق کے ساتھ ہو۔

حضرت، ابو حفص نیشاپوری تصوف کے بارے میں کیا فرماتے ہیں توجہ کیجئے۔ تصوف ایک ایسے مجموعہِ 'دب کا نام ہے۔ جو ہر وقت اور ہر مقام اور ہر حال میں ایک خاص ادب کی راہنمائی کرتا ہے۔ جس نے اس راہ میں ملازمت، آداب واوقات کرلی مردانِ خدا کے درجہ کو پہنچ گیا۔ اور جس نے اس راہ کی رسمِ ادب ترک کردی اور آدب ضائع کردیئے وہ ان درجہ والوں سے بعید ہوگیا اور گمان کرتا رہا میں ان کے قریب ہوں حالانکہ وہ ان کی بارگاہ سے مردود ہوگیا۔ آیئے!

ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ سے پوچھئیے تصوف کیا ہے؟ تصوف نام ہے تمام حظوظِ نفسانیہ کا ترک کرنا۔

تصوف رسم وعلم نہیں ہے لیکن یہ ایک خاص خصلت ہے اگر تصوف رسمی چیز ہوتی تو مجاہدہ وریاضت

سے حاصل ہو جاتا ہے اور اگر یہ علم ہوتا تو محض تعلیم و تعلم سے حاصل ہو جاتا۔ تو ظاہر ہوا کہ تصوف ایک خصلت خاص کا نام ہے اور جب تک یہ خصلت خود اپنے اندر نہ پیدا کی جائے اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی۔

تصوف ایک ایسی آزادی کا نام ہے۔ کہ بندہ قید و حرص سے آزاد ہوتا ہے اور تصوف ایک ایسی جوانمردی کا نام ہے کہ بندہ خواہشات شہوانیہ سے مجرد ہو جاتا ہے۔ تصوف تکلفات کا ایسا ترک کر دینا کہ بندہ ہر متعلق و مقسوم کے اندر خوش رہتا ہو۔

اور تصوف ایسی سخاوت کا نام ہے کہ دنیا، اہل دنیا پر ہی چھوڑ دے اور خود بے تعلق ہو جائے۔

حضرت ابوالحسن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

آج کے دن تو تصوف کا نام ہی رہ گیا۔ اور حقیقتہً کچھ نہیں رہا۔ ایک وہ دن تھا کہ تصوف حقیقتہً خالص تصوف ہی تھا اور نام و نمود نہ تھا۔

یعنی عہد صحابہ اور سلف صالحین میں تصوف کا نام نہ تھا بلکہ حقیقت تصوف کا پرتو ہر کس و ناکس میں تھا۔ اب وہ انحطاطی دور آیا کہ تصوف کا نام تو باقی ہے مگر معنیٔ حقیقی محروم ہے۔ اعمال تو صوفیوں کی نقل میں ہو رہے ہیں اور رسمی صوفی تو بہت مشہور ہیں۔ جگہ جگہ دکانیں رچائی ہوئی ہیں مگر ان کے عادات تصوف میں بالکل مجہول ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں وہ سعادت عطا فرمائے۔ جس کے ساتھ اس نے ولیوں کو سعید بنایا۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆ صوفی ☆☆☆

یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ صوفی کون ہیں۔

ایک جماعت کا قول ہے۔صوفی کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کمبل اوڑھتا ہے۔

ایک طبقہ کا خیال ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بروزِ قیامت صفِ اوّل میں ہوگا۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ صوفی اسے کہا جاتا ہے جو اصحابِ صفہ کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھے۔

اور کچھ کہتے ہیں کہ صوفی ایک نام ہے جو صفا سے مشتق ہے یعنی جس کے اندر باہر صفائی ہو۔وہ صوفی کہلانے کا حقدار ہے اس کو صوفی کے نام سے موسوم کیا جائے۔

اگر بلحاظِ طریقت ان توجیہات میں بہت سے لطائف حاصل ہو سکتے ہیں لیکن آخری طبقہ کی تعریف کے اعتبار سے لغوی معنیٰ اس کے علیحدہ ہی نکلیں گے۔اگر صفا بمعنٰی صفائی ہے تو صفائی ہر پہلو سے اچھی ہے۔مسلمہ طور پر قابل قدر ہے اور صفائی کی ضد کدورت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔

"ذھب صفو الدنیا وبقی کدرھا" ترجمہ: دنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل باقی رہ گیا

ظاہر ہے کہ لطیف و صاف چیز اور میلی کچیلی چیز علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ امر بھی واضح ہوا کہ اہل تصوف نے اپنے تمام معاملات اخلاقی، معاشی، معاوی اور ملی مہذب کر لئے اور اپنا دل کدورتِ آفاتِ دنیا سے صاف فرمالیا اس لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

صفائی صفتِ بشریہ سے نہیں اس لئے کہ بشر کی تخلیق مٹی سے ہے اور مٹی کے خواص ذاتی میں کدورت و کثافت ہے۔بنا بریں بشر کو کثافت و کدورت بغیر چارہ نہیں۔

تو ظاہر ہوا کہ حصولِ صفا افعال و اعمال سے نہیں ہو سکتا اور بشر کی صفت خالص مجاہدہ و ریاضت سے زائل ہونا ناممکن ہے۔اس لئے صفت کو اعمال و افعال سے کوئی نسبت نہیں۔اور اسم صفا کو کسی

نام یا کسی لقب سے کوئی حاصل نہیں کر سکتا بلکہ۔

"الصفا صفة الا حباب و هم شموس بلا سحاب "صفتِ صفا محبوبانِ الٰہی کی صفت ہے اور وہ، وہ ہیں کہ اپنی صفت بشری سے فانی ہو کر صفت محبوبانِ الٰہی کے ساتھ باقی ہو چکے ہیں اور ان کی کیفیتِ حالی اہلِ حال کی نظروں میں مثل اس آفتاب کے روشن اور نمایاں ہے جس پر ابر کا بھی حجاب نہیں۔ جب صوفی اس درجے پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا و عقبٰی میں فنا ہو جاتا ہے اور بظاہر جسم انسانی رکھ کر ربانی بن جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

صوفی وہ ہوتا ہے کہ جب کلام کرے تو اس کا کلام اس کے حال کی حقیقت کا مظہر ہو اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس میں نہ ہو اور جب وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی اس کے حال کی ترجمان ہو اور علائق دنیاوی سے بے تعلق کا ثبوت اس کے اعضا سے واضح ہو، گویا کہ گفتارِ صوفی اس کے حسبِ حال ہو اور کردارِ صوفی میں شانِ تجرید اس قدر ہو کہ قطع دنیا واضح نظر آئے۔ غرضیکہ وہ کلام کرے تو ایسا کہ سب اس پر صحیح اترے اور اگر خاموش ہو تو اس کی خاموشی سے اس کے فقر کی ادائیں نظر آئیں۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الصوفی الذی لایملک ولا یملک "صوفی وہ ہے جو نہ کسی کا مالک ہو نہ کسی کی مِلک"

صوفی وہ ہے جس کی قید میں کچھ نہ ہو اور وہ خود بھی کسی کی قید میں مقید نہ ہو۔

حضرت شبلی نعمانی علیہ الرحمہ کا بھی یہ قول بہت خوب ہے۔

الصوفی لایریٰ فی الدارین مع اللہ غیر اللہ "صوفی وہ ہے جو دونوں جہانوں میں سوائے ذاتِ قدیم کے کچھ نہ دیکھے۔

جن لوگوں نے اپنے اخلاقی معاملات کو مہذب بنایا اور اپنے باطن کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کیا ان کو صوفی کہتے ہیں۔ صوفی! وہ ہے جو اپنا خیال اپنے دل کی طرف رکھے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا دوسرے کو اس میں آنے نہ دے۔

صوفی! وہ ہے جس کا دل ماسوا سے مستغنی ہو کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جستجو میں لگا رہے اگر اپنے منعمِ حقیقی سے ملے تو لے ورنہ بے طلب ہو کر بارگاہِ الٰہی میں آداب بجالائے اور راضی بہ رضا رہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

صوفی! وہ ہوتا ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور دوسرے ہاتھ میں فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ صوفی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

تصوف، آٹھ (۸) خصلتوں پر مبنی ہے یعنی آٹھ (۸) اولوالعزم پیغمبروں کی اقتدا سے صوفی صوفی بنتا ہے۔

۱۔ سخاوت: سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے حاصل کرے۔

رضائے مولا پر اپنا لختِ جگر فدا کر دیا۔

۲۔ رضا: سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے حاصل کرے۔

رضائے مولا پر اس قدر راضی ہو کہ جان کی بھی پرواہ نہ کرے

۳۔ صبر: سیدنا ایوب علیہ السلام سے حاصل کرے۔

کیڑوں کے ساتھ بھی اگر امتحان ہو تو بخوشی برداشت کرے اور صبر سے کام لے۔

۴۔ اشارہ : سیدنا زکریا علیہ السلام سے حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا: **ان لا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا**

ترجمہ: تم لوگوں سے نہ کلام کر سکو گے مگر تین دن

اوراسی سورۃ میں فرمایا: اذنادیٰ ربہ لداء خفیا

ترجمہ: ''جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا مگر خفیہ طور پر'' تو صوفی کو بھی ذکریا علیہ السلام کے اشارہ کی اقتدا کرنا ہوگی۔

۵۔غربت:

سیدنا یحیٰ علیہ السلام سے غربت کا درس سیکھنا ہوگا۔اپنے وطن میں بھی اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے۔رشتہ دار عزیز واقارب میں رہ کر بھی سب سے بیگانہ رہتے۔

۶۔لُبس:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنا ہوگی لباس میں کیونکہ آپ کا لباس ہمیشہ پشمینہ کا ہوتا۔

۷۔سیاحت:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے سبق حاصل کرنا ہوگا۔سیاحت میں آپ سفر میں ہوتے تو اسقدر مجرد کہ سوائے ایک پیالہ اور ایک کنگھی کے سوا کچھ نہ رکھتے حتیٰ کہ ایک شخص کو دیکھا وہ دونوں ہاتھوں سے پانی پی رہا تھا تو پیالے کو پھینک دیا اور جب ایک شخص کو دیکھا کہ وہ انگلیوں سے خلال کر رہا تھا تو آپ نے کنگھی کو بھی ضائع کر دیا۔

۸۔ فقر! حبیب کبریا سید الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء فقر میں، اللہ پاک جل جلالہ نے خزانہائے روئے زمین کی کنجی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی اور فرمایا اے میرے پیارے محبوب اپنی جان پاک محنت ومشقت میں نہ ڈالیے بلکہ خزانوں سے جس قدر چاہو خرچ فرما کر اپنی شان تحمل کو دوبالا فرمایئے تاجدارِ کائنات ﷺ نے بارگاہِ جل مجدہٗ میں عرض کی الٰہی میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن روزہ رکھوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔

باب نمبر۴

☆☆☆ سلاسلِ تصوف ☆☆☆

اسلام میں تصوف کا آغاز دوسری تیسری صدی میں ہوا۔ جب اسلامی معاشرہ وسیع ہوا اور مسلمان اعلیٰ اخلاقی اقتدار اور روحانی دولت کو چھوڑ کر حرصِ دنیا کی جانب راغب ہونے لگے ،مسلمانوں کو جب مال کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے صلحاء میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ مسلمانانِ عالم کو دنیا کی لغویات وخرافات کے راستے سے ہٹا کر اسوہ حسنہ اور اسوہ صحابہ پر چلا دیا مجتہدینِ تصوف ۔کے جدا جدا طریقوں کی وجہ سے تصوف کے مختلف سلاسل وجود میں آئے جن میں بڑے سلاسل چار ہیں اور آج دنیا بھر میں انہی کا فیض ہے۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ ،سید الاولیاء ،سند الاصفیاء ،محبوبِ سبحانی ،قطب ربانی ،شہبازِ لا مکانی، غوث الثقلین، امام الطائفین ، شیخ الملک والجن والانس علی الاطلاق بالاتفاق حضور سیدنا غوثِ پاک غوث اعظم جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، عالم علوم ربانی ،محرم اسرار سبحانی واقف اسرار ورموز حقانی حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ ،خواجہ ء خواجگان ،فخرِ کون ومکان سیر الاقطاب ،مونس الارواح والجان، آفتاب چشتیاں، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ۔ رئیس الاولیاء شیخ الاتقیاء مقبول ومقرب بارگاہِ رحمانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

؎ جنہوں نے در آقا پہ گدڑی بچھالی — زمانہ ہوا اُن کے در کا سوالی

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ

تصوف کا یہ عظیم سلسلہ، قطب الاقطاب غوث الاغیاث سید الاسیاد، حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کا مقام اولیاء کرام میں بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

غوث اعظم درمیانِ اولیاء　　چون محمد درمیانِ انبیاء

ولادتِ باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۴۷۰ھ کو ایران کے قصبہ جیلاں بغداد شریف میں ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی۔

حسب ونسب:

آپ والد بزرگوار کی نسبت سے حسنی ہیں۔ آپ والدہ محترمہ کی نسبت سے حسینی ہیں۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔

خاندان:

آپ کا خاندان اولیاء کرام کا گھرانہ ہے۔ آپ کے نانا جان، دادا جان، والدِ گرامی، والدہ محترمہ، پھوپھی صاحبہ، بھائی جان اور صاحبزادگان سب اولیاء الرحمن تھے۔ صاحب کرامت، ظاہری باطنی اور مالک مقاماتِ علیا تھے۔ اس وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان کہتے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

آپ ۱۸ اٹھارہ سال کی عمر شریف تک اپنے وطن میں قیام پذیر رہے۔ ۴۸۸ھ میں جب آپ کی عمر شریف (۱۸) اٹھارہ سال ہوئی تو آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر علم کی تکمیل کے لئے

بغداد شریف تشریف لے آئے۔

اس وقت کے شیوخ ، ائمہ ، بزرگانِ دین ، محدثین ، سے قرآنِ مجید اور تجوید و قرأت کے اسرار و رموز اور زمانے کے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علماءِ کرام سے سماعِ حدیث فرما کر علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ حتیٰ کہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء۔ سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہو گی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنا لیا۔ چاردانگِ عالم کے تمام علماء فقہاً ، فقراُ طلباً کی توجہ آپ کے آستانے پاک کی جانب ہو گی۔ حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی مبارک زبان سے جاری ہو گئے اور عالمِ ملکوت سے عالمِ دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہو گیا۔

آپ کے ارشادات:

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہمیشہ رسول کریم ﷺ کے مبارک نقشِ قدم پر چلو۔ کتاب و سنت کا کسی حال میں دامن نہ چھوڑو، سنتِ نبوی اور اجماعِ اُمت پر قائم رہو۔ فرض نمازیں باجماعت ادا کرو، زبان پر قابو رکھو، غیبت سے بچو، کسی کو حقیر نہ سمجھو۔ یہ بھی آپ کا ارشادِ گرامی ہے۔

فرماتے ہیں کہ "ہر گوشہ نشین کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم دین حاصل کرے جو شخص علم دین کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اس کی مثال مرغِ بے پر کی ہے"

علمِ شریعت کا چراغ اپنے ہاتھ میں لیکر اس راہ میں قدم رکھو

یہ بھی آپ کا مبارک ارشاد ہے۔

کہ سجادہ نشین میں ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے جس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں اس کا مسندِ ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہرگز جائز نہیں۔

وہ بارہ خصلتیں یہ ہیں۔

۱۔ ۲ خصلتیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے سیکھے۔ عیب پوشی، رحم دلی

۲۔ ۲ خصلتیں سید عالم ﷺ سے سیکھے۔ شفقت، رفاقت

۳۔ ۲ خصلتیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سیکھے راستی، راست گوئی

۴۔ ۲ خصلتیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا

۵۔ ۲ خصلتیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔

کھانا کھلانا ذکرِ الٰہی کے لئے شب بیداری

۶۔ ۲ خصلتیں سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ عالم ہونا شجاع و جوانمرد ہونا

وصال باکمال:

مزارِ فیض آثار، منبعِ فیوض و برکات بغداد شریف میں آج بھی اہل عقیدت و عارفانِ حق کے لئے مرجع ہر خاص و عام ہے، جہاں سے آپ کے روحانی فیوض و برکات پوری دنیا کے کونے کونے میں بکھر رہے ہیں۔

۲۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی رونق و بہار

عالمِ علومِ ربانی، محرمِ اسرار سبحانی، واقفِ اسرارِ رموزِ حقانی، حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبندی علیہ الرحمہ ہیں۔

ولادتِ باسعادت:

آپ کی ولادتِ باسعادت ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ کو شہر عارفاں میں ہوئی۔ اور دوسرے قول کے مطابق ۱۸ محرم الحرام ۷۶۸ھ کو ہوئی۔ جو شہر بخارا سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ آپ سے بچپن ہی میں ولایت کے آثار، کرامت و ہدایت کے انوار ظاہر و آشکار ہونے لگے۔

سیرت وکردار:

آپ فقیرانہ زندگی گزارتے تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید کرتے تھے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ بھی پایا محبت وفقر سے پایا ہے آپ اپنے زمانے کے امام طریقت وحقیقت، مقتدائے شریعت، پیشوائے اہلِ سنت و جماعت تھے۔آپکا شجرہ نسب (۲۵) واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

وصالِ باکمال:

(۱۳) ربیع الاوّل ۷۹۱ھ کو آپ کا وصال ہوا۔مزار مبارک قصرِ عارفاں میں ہے جو بخارا سے تقریباً ۳ کوس پر مرجع ہر خاص وعام ہے۔اہلِ عقیدت حاضر ہو کر آج بھی اپنے دامن مرادوں سے بھر رہے ہیں۔

۳۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ

اس سلسلہ عالیہ کا سہرا، سلطان العارفین، دلیل الکاملین، برہان الواصلین، عمدۃ السالکین، حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ولادتِ باسعادت:

آپ کے والدین کے ہاں اولاد نہ تھی۔اولاد کی خواہش وآرزو وتمنا میں زندگی کا بیشتر حصہ گزر چکا تھا۔دل میں خیال آیا کیوں نہ پیرانِ پیر، روشنِ ضمیر، سیدنا غوثِ اعظم دستگیر کی خدمت بابرکت میں حاضری دیں اور بارگاہِ غوثیت میں اولاد کے لئے دعا کی درخواست پیش کریں۔

سرکارِ غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور غوثِ پاک نے اسی وقت بارگاہِ لم یزل میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور آپ کے والدین کو خوشخبری سنادی۔جاؤ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے

فضل وکرم سے تمہیں ایسی اولاد سے نوازے گا۔ جس کا چرچا قیامت تک جاری رہے گا۔ کچھ عرصہ بعد حضور غوث پاک کی دعا سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔

پھر نام رکھا شہاب الدین عمر سہروردی

آپ ایران کے علاقے سہرودر میں ۵۳۶ھ ماہِ رجب المرجب کے آخر میں پیدا ہوئے۔

خاندان:

آپ کے خاندان کے تمام آباء واجداد خدار سیدہ بزرگ اور عالمِ باعمل تھے۔ آپ کے خاندان کے افراد نے علمی روحانی فیض گھر ہی میں حاصل کیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ بچپن ہی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد شریف تشریف لے آئے اور یہاں آکر اپنے چچا محترم کے زیرِ سایہ تربیت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے لگے۔

گیارہ سال کی عمر شریف میں آپ نے علمِ حدیث کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر جوانی کے زمانے میں علم وکلاء کی تکمیل میں بہت سرگرم رہے۔ آپ زہد وتقویٰ میں بے مثال تھے۔ ہمہ وقت عبادت ریاضت میں مشغول رہتے تھے بغداد شریف میں آپ صرف خانقاہ کے ہی درویش نہ تھے بلکہ اپنے اثر ورسوخ سے ملک اور قوم کو بھی فائدہ پہنچاتے رہے۔

وصالِ باکمال:

آپ نے آخری عمر تک خانقاہ کا نظام بڑی شان وشوکت کے ساتھ چلایا۔

نوے ۹۰ سال کی عمر پا کر یکم محرم الحرم ۶۳۲ھ کو واصلِ بحق ہوئے مزار پر انوار بغدار شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔ اہلِ عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر آپ کے فیض وبرکات سے مالا مال ہورہے ہیں۔

۴۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ

سراج اولیاء، شمس الاصفیا، امام الاتقیا، عارف فنافی الرسول، سلطان الہند، عطائے رسول، نائب النبی، خواجہ ہندالولی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے نام مشہور ہے۔

ولادت با سعادت:

خواجہ غریب نواز کی ولادت کے متعلق دو (۲) روایتیں موجود ہیں۔

۱۔ آپ (۵۳۰) میں تولد ہوئے ۲۔ (۵۳۵) میں تولد ہوئے

جبکہ کثیر مصنفین دوسری روایت کے حق میں ہیں۔ اس کے مطابق آپ ۱۴ رجب المرجب ۵۳۵ھ سوموار کے دن صبح صادق کے وقت بمقام سنجر پر جلوہ گر ہوئے، نزد اصفہاں، ملک ایران

خاندان:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ اسی واسطے آپ کو جگر گوشہ رسول اور نور دیدۂ بتول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید غیاث الدین حسن علیہ الرحمہ ہے آپ نیک متقی اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے اور ہر طبقہ کے لوگ آپ کو نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جس قدر آپ کو انعام واکرام سے نوازا اس قدر آپ سخی و نیک دل انسان تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی ماہ نور بھی ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ بھی نہایت خدا ترس اور مخیر تھیں۔

تعلیم وتربیت:

بچپن کا زمانہ آپ نے اپنے والدین کریمین کے زیر عاطفت گزارا۔ چونکہ وہ دولت دین وفقہ سے مالا مال تھے۔ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے علوم ومرتبت کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا

جا سکتا ہے کہ آپ کو دربارِ رسالت مآب ﷺ سے قطب المشائخ کا لقب عطا ہوا اور سرورِ عالم ﷺ نے آپ کو ہندوستان کا روحانی بادشاہ مقرر فرمایا۔ جس ہستی کو آقائے دو جہاں ﷺ اپنی نظرِ کرم سے نوازیں اس کی جلالت و عظمت اور رفعت و شان کا کیا ٹھکانہ۔

ہندوستان میں برطانوی دورِ حکومت کے ایک وائسرائے لارڈ کرزن کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگ ایسے دیکھے جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اس طرح حکومت کر رہے ہیں گویا کہ وہ بنفسِ نفیس ان کے درمیان موجود ہیں۔ ان میں ایک خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ ہیں اور دوسرے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر ہیں۔

خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں یہ تین باتیں دیکھو سمجھ جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا دوست ہے۔

سخاوت سمندر جیسی   شفقت آفتاب جیسی   تواضع زمین جیسی

وصالِ باکمال:

وصال کی شب آپ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ صبح کی نماز کے وقت خدّام نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ خدّام نے حجرہ مبارک کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو کر دیکھا تو آسمانِ ولایت کا درخشندہ ستارہ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اور حجرہ کے در و دیوار شہادت دے رہے تھے کہ "حبیب الله مات فی حب الله" اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا دوست اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی محبت یعنی رضائے دوست میں وصال کر گیا ہے۔

آپ نے ۱۰۴ برس بہ اختلاف روایت ۱۰۰ برس یا ۹۷ برس کی عمر شریف میں چھ رجب المرجب ۶۳۳ھ کو وصال باکمال فرمایا۔

مزارِ پرانوار اجمیر شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ اہلِ عقیدت و محبت پوری دنیا سے حاضر ہو کر

دامن پھیلا کر فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

ان بابرکت مقرب و مقدس ہستیوں کی کرامت کو اگر چھیڑا جائے اور اس باب کو کھولا جائے تو کرامات کے لئے کئی ایک دفتر درکار ہونے چاہیے تھے۔ کیونکہ ہر ایک ہستی کی اک اک بات اور ہر ہر ادا کرامت ہے۔ ایک ایک کی نگاہِ کرم نے کئی کئی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا۔

آپ کے فیضِ صحبت سے ایک ایک دن کئی کئی چور، ڈاکو، ہندو، غیر مسلم ولایت کے درجے پر پہنچے۔ آپ ایسے ولی کامل تھے کہ جنہوں نے اپنی چشمِ ولایت سے لاکھوں تشنگانِ معرفت کے دلوں کو سیراب کیا۔ ایسے مقبولِ الٰہی کہ جنہوں نے اپنے تصرفاتِ ولایت سے فسق و فجور کے دریا میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو رشد و ہدایت کا کنارہ دکھایا۔

آپ ایسے مردِ درویش تھے کہ جن کی ایک نگاہِ لطف و کرم نے لاکھوں انسانوں کی بگڑی ہوئی تقدیر بدلی، بختِ خفتہ جگائے، راہزنوں کو راہبر بنایا، چوروں کو قطب بنایا۔ ایسے قطبِ جہاں تھے کہ جن کے دستِ دعا نے بندگانِ خدا کے بگڑے ہوئے مقدر بنائے۔ ایسے راہبرِ کاملاں تھے جن کی رفتار ''وعبادالرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا'' کی عملی تصویر تھی۔

جن کی گفتار ''واذاخاطبھم الجاھلون قالوا سلاما'' کی صحیح تفسیر تھی۔

جن کے حضائل واعمال ''یبیتون لربھم سجدا وقیاما'' کے حسین نمونے تھے۔

ایسے پیرِ کامل کہ جن کی لب کشائی میں مشکل کشائی تھی، جن کے دامن میں ساری خدائی تھی اور مخلوقِ خدا جن کی شیدائی تھی۔ جن کی شب و روز محنت مجاہدہ ریاضات و عبادات کے آبِ رواں سے ولایت و طریقت کا ایسا چمن کھِلا نکھارا اور رشد و ہدایت کے ایسے گل کھلے کہ جن کی خوشبو سے سارا جہاں مہک اٹھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر ۵

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تفصیل

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ،..... حضرت خواجہ قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیئر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نظام الدین ابوالمؤید چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بدر الدین غزنوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بدر الدین اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ..... حضرت شیخ شہاب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمود نصیر الدین چراغ دہلوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سراج الدین عثمان ناگوری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابوالحسن امیر خسرو چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ قطب الدین منور چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فخر الدین رازی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فتح الدین مروزی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دولہا چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین خسرو چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد جعفر مکی سرہندی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ علاؤ الدین بنگالی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ میر سید اشرف جہانگیر سمنان چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد علی مکھڈوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام محی الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ زین الدین شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

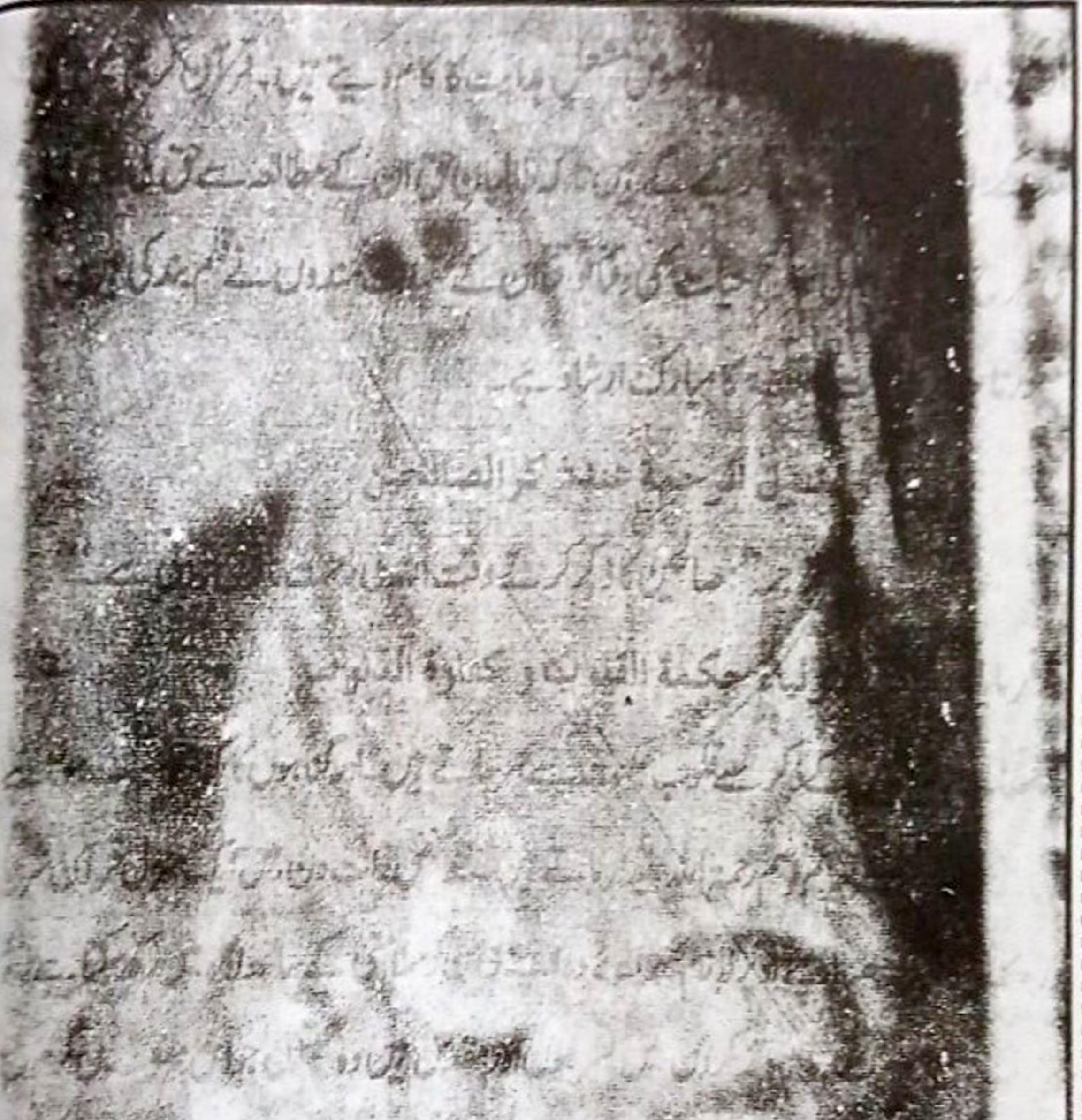
حضرت خواجہ امیر احمد بسالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فقیر میاں محمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حافظ محمد قاسم چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی تا بود خورشید و ماہی   چراغِ چشتیاں را روشنائی

حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ (المعروف پیر پٹھان)



HAZRAT KHAWAJA SHAH MUHAMMAD SULAMAN

حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ (المعروف پیر پٹھان)

تاجدارِ اولیاء ہیں شاہ سلیمان تونسوی — شمع بزمِ چشتیاں ہیں شاہ سلیمان تونسوی

ولادت باسعادت:

برھان العاشقین، حجۃ الکاملین، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف خواجہ پیر پٹھان علیہ رحمۃ الرحمن کوہستان کے علاقہ گڑ گوجی میں ۱۷۶۴ء بمطابق (۱۱۸۲ھ) ۱۷۶۹ء بمطابق (۱۱۸۳ھ) آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی جناب ذکریا تھا۔ آپ افغانوں کے جعفر قبیلے کے سردار تھے۔ جناب ذکریا خود بھی صاحب علم و فضل اکمال شخصیت کے حامل تھے اور انہیں اہل علم خاندان سے ایک عظیم نسبت بھی حاصل تھی۔ حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے سر سے والد محترم کا سایہ عہد طفولیت میں اُٹھ گیا تھا۔ پھر آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بلند اقبال فرزند ارجمند کی تعلیم و تربیت کا اہتمام بڑے ہی تدبر سے فرمایا۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے مولانا مُلا یوسف جعفر سے قرآن پاک حفظ کیا اپنے ایک ہم قوم صاحب نسبت بزرگ حاجی صاحب سے بھی تعلیم قرآن پاک کے سلسلہ میں مدد حاصل کی اور ساتھ ساتھ فارسی کی چند کتب بھی انہی سے پڑھیں۔ پھر میاں حسن علی صاحب کے پاس تونسہ شریف میں آکر علم حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں آپ نے فارسی نظم و نثر میں دسترس حاصل کی۔ یہیں سے پھر آپ موضع لانگھ تشریف لے گئے جو تونسہ شریف سے پانچ کوس کے فاصلے پر مشرق کی جانب دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ اور وہاں میاں ولی محمد آف لانگھ کی خدمت میں رہ کر آپ نے مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا پھر کوٹ مٹھن تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر علوم عربیہ دینیہ، منطق اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ تصوف کی بعض کتابیں، آداب الطالبین، فقرات عشرہ کاملہ وغیرہ پر عبور حاصل

کیا۔کوٹ مٹھن شریف میں قیام کے وقت آپ کی عمر مبارک ۱۵ سال تھی۔ یہاں سے تحصیل علم کے بعد آپ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے اُچ شریف تشریف لے گئے۔ادھر سے خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ اپنے مرشد کریم مولانا فخر الدین فخر جہاں اورنگ آبادی علیہ الرحمہ کے حکم سے کوہستان سلیمان کے شہباز، بلند پرواز کی تلاش میں اُچ شریف پہنچ چکے تھے۔تاکہ شہباز کو مقید کر کے بلندو بالا، ارفع واعلیٰ مقام تک پہنچائیں۔

حضرت خواجہ محمد موسیٰ تونسوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ، مرشد خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور آپ کو سرکار دو عالم ﷺ نے کچھ ارشاداتِ عالیہ سے بھی نوازا۔آپ کے ارشادات عالیہ میں سے ایک ارشادِ پاک خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کے متعلق تھا۔اور دوسرا خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے نام تھا۔

آپ نے فرمایا کہ مغرب کے پہاڑوں میں سے سلیمان نامی ایک شہبازِ عشق فلاں فلاں نشانیوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔اس کو داخلِ بیعت فرما کر راہِ سلوک کی منازل طے کرا کے فیض یاب فرما کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن فرمانا۔یہ وصیت سینہ بسینہ خواجگانِ چشت میں منتقل ہوتی رہی اور بالآخر فخر الدین دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچی تو آپ نے اپنے خلیفہ خاص خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کو یہ وصیت فرمائی۔آپ نصیحت کی بناء پر ہر سال ملک مغرب کا سفر فرماتے کہ کسی وقت میدان عشق کا وہ شہباز دام میں آجائے۔ایک دفعہ آپ نے خواب دیکھا کہ کوہستان مغرب میں سے ایک شہباز اڑتا ہوا آیا اور دام میں پھنس گیا۔اسی وقت آپ نے جان لیا کہ اسی شہبازِ عشق کی تلاش تھی۔چنانچہ اس خواب کے بعد اُچ شریف آپ تشریف لائے۔خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کی نگاہِ کرم آپ پر پڑی۔آپ جانچ گئے کہ یہی وہ شہباز ہے۔

حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سید جلال الدین شارح بخاری علیہ الرحمہ کے مزار شریف کے سرہانے کی طرف جا کر آپ کو بیعت فرمایا۔ یوں حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشدِ کریم مولانا فخر الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ کے حکم سے کوہستانِ سلیمان کے شہبازِ بلند پرواز حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کو پالیا۔

حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ نے ٦ سال خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارے۔ خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ سے آپ نے باطنی استفادہ حاصل کر کے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام روحانی منازل طے کیں۔ ٢٢ سال کی عمر شریف میں آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نواز گیا۔ خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ نے اپنی زبان سے اپنی خلافت کا واقع اسطرح بیان فرمایا تھا کہ جب قبلہ خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ نے مجھے خلافت عطا کی تو میں نے عرض کیا مجھ سے یہ بارِ گراں نہیں اٹھایا جائے گا۔ میں کس طرح مخلوق کے اس بار کو اپنی گردن پہ ڈالوں۔ قبلہ خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ نے فرمایا میں یہ خلافت آپ کو اپنی طرف سے نہیں دے رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے اجازت ملی ہے کہ اپنی خلافت محمد سلیمان کو عطا کرو۔ میں نے پھر عرضی پیش کی کہ یہ بارِ گراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے۔ قبلہ خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ الرحمٰن فرماتے ہیں۔ میرے یہ جملے کہنے تھے کہ لجپال نبی ، بے مثال نبی، مالک ومختار نبی ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ اے سلیمان تو خلافت کیوں نہیں قبول کرتا اور مخلوق کو فیض یاب کیوں نہیں کرتا میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ ا حبیب اللہ ﷺ میں اس قابل کہاں۔ پھر آمنہ کے لعل ﷺ نے فرمایا۔ تجھے اس قابل سمجھا تجھے حکم دیا جا رہا ہے۔

اک ماہ بدن، گورا سابدن　　نیچی نظریں گل کی خبریں
دکھلا کے پھبن وہ اُلا کے تن　　مورا پھونک گئے سب تن من دھن

آپ فرماتے ہیں میں نے دست بستہ عرض کی۔ میں سر تسلیم خم کر کے آپ کے حکم کے مطابق خلافت تو قبول کرتا ہوں مگر میرے لجپال غمخوار نبی ﷺ میرے مریدوں کا کیا بنے گا۔ کملی والے آقا ﷺ مسکرائے فرمایا! اے سلیمان جو تیرا مرید ہوگا اس کی شفاعت میں محمد ﷺ کروں گا۔ اور جس کی شفاعت میں کروں گا اسے میرا اللہ جل جلالہ بخش دے گا۔

مجمع حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے　　ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

پھر میں نے قبلہ عالم خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ سے خلافت لے لی اور مجھے مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کا حکم ہوا۔ یہی سبب تھا کہ خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو میرے دروازے پر آئے گا وہ صاحب قسمت ہے۔ بلند بخت ہے کیونکہ بے نصیب میرے دروازے پر نہیں آسکتا۔

سیرت وصورت:

آپ انتہائی متقی، پرہیزگار، پابندِ شریعت وطریقت اور اخلاق محمدی کا عملی نمونہ تھے۔ خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کی تعلیمات واقوال وافعال پر سختی سے کار بند رہتے تھے۔ اپنے مریدین و معتقدین ومتوسلین کو بھی اس طرح کار بند رہنے کی تلقین فرماتے رہتے جس طرح آپ نے حصول علم کے لئے تمام عمر اس کی تلاش وجستجو میں گزاری اسی طرح آپ نے اپنے مسند پر جلوہ افروز ہو کر ظاہری باطنی علوم کے دریا بہائے، تونسہ شریف کو آپ نے ایک عظیم الشان دار العلوم بنا دیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں اہل محبت دور دراز کا سفر کر کے یہاں آکر مقیم ہوئے اور آپ سے روحانی فیض حاصل کر کے اسلامی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ آپ کے دار العلوم میں درس وتدریس کے واسطے مستقل طور پر ۵۰، ۵۰ جید علماء کرام مقیم رہتے تھے۔ جہاں علوم دینیہ

کی انتہائی اعلیٰ معیار کی تعلیم دی جاتی ۔آپ خود بھی تصوف کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے ۔آپ نے متواتر ۶۰ سال تک مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر تعلیم و تلقین کا جو انقلاب برپا کیا اس کے اثر سے پاک و ہند کا کونہ کونہ فیض یاب ہوا بلکہ ہندوستان کے علاوہ خراسان، ترکستان، بلخ، بخارا، شام، عراق تک آپ کا فیض پہنچا۔اسی طرح لنگرِ چشتیہ کا نظام بھی بہت احسن تھا۔ (۲۰۰۰) دو ہزار طالب علم کم از کم صبح و شام آپ کے دارِ ضیافت سے کھانا تناول فرماتے تھے۔آپ نے لنگر خانے کا نظام چلانے کے لئے ایک پورا محکمہ تشکیل دیا ہوا تھا۔جہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی ۔درو!شوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے تھے۔ایک دفعہ طالب علموں اور اساتذہ کرام کی ادویات کا خرچ ایک ماہ میں پانچ سو (۵۰۰) روپے آیا۔

آپ کو اطلاع دی گی کیونکہ اس دور میں ۵۰۰ روپے بہت بڑی رقم سمجھی جاتی تھی۔آپ جلال میں آگئے اور فرمایا درویشوں کی دوا پر اگر ۵۰۰۰ روپے بھی خرچ ہو جائیں مگر مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ درویشوں کی جان کے مقابلے میں روپے کی کوئی حیثیت نہیں۔

ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو ہزار ہا لوگ مرد و عورت تونسہ شریف جمع ہو گئے اور حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی خانقاہ کا طواف کرنا شروع کر دیا جب ان لوگوں سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اپنے وطن میں ایک آواز سنی کہ آج کا دن ۱۲ ربیع النور کو جو شخص پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی زیارت کرے گا۔وہ ضرور بہشت میں جائے گا۔اس لئے ہم حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے اپنے گھر بار کام کاج وغیرہ چھوڑ کر اتنا طویل سفر کر کے اِدھر آئے ہیں کہ ہم خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کا خوبصورت چہرہ دیکھیں تا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بطفیل خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ ہماری بخشش فرمادے۔

طوافِ کعبہ کُن حاجی مرا بگزار در کویش   کہ حجِ اکبر عاشق طواف کوئے دلبر است

جب لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا تو خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ اس وقت حجرہ مبارک میں مشغول عبادت تھے۔ اپنے خادم خاص محمد اکرم نامی شخص کو باہر بھیجا کہ دیکھ کے آؤ یہ شور کیسا ہے؟ تو خادم نے عرض کی حضور! لوگوں کو بلواتے آپ ہیں اور پوچھتے ہم سے ہیں۔ اس نے کہا حضور آپ کی خانقاہ کے باہر آپ کے دیدار کے پیاسوں کا جم غفیر ہے۔ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے لوگوں کو شرف دیدار سے مشرف فرمایا۔ دیدار کے بعد ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہجوم آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر خدام میں شامل ہو گیا۔

وصال باکمال:

۱۲۶۷ھ کو صفر المظفر کا چاند نمودار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے سفر کا بھی مہینہ آ گیا۔ ۷ صفر المظفر ۱۲۶۷ھ کو بوقت تہجد کو یہ مہر عالم تاب غروب ہوا جس کی تمازت آج بھی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کے مزارِ پر انوار تونسہ شریف دار العلوم میں ایک ولی خیز زمین ضلع ڈیرہ غازی خان صوبہ پنجاب میں ہے۔ بڑی ہی بارونق بستی ہے۔ ہر وقت خواص و عام کا ہجوم آپ کے مزار مبارک پر رہتا ہے۔ بیک وقت سینکڑوں درویش پاکانِ امت آپ کے مزار شریف کے اطراف میں فیض حاصل کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔

تیری شرابِ محبت تھی ساقیا پُر کیف — گزر گیا زمانہ خمار باقی ہے

☆☆☆☆

حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمۃ



KHAWAJA ALLAH BAKSH KARIM TAUNSVI (R.A)

حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت:

جانشین حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ، امیر شریعت، شیخ طریقت، حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ، حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے ۳ یا ۴ صاحبزادے تھے۔ سب سے بڑے خواجہ گل محمد علیہ الرحمہ دوسرے خواجہ درویش محمد علیہ الرحمہ تیسرے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ (صاحبزادہ عبداللہ علیہ الرحمہ، صاحبزادہ احمد علیہ الرحمہ)

خواجہ گل محمد علیہ الرحمہ بڑے نیک پارسا انسان تھے۔ ایسا گل کہ جس کی خوشبو سے مشام جاں تازہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ چاروں صاحبزادگان کا وصال آپ کی حیاتِ مقدسہ میں ہی ہو گیا تھا۔ انہی خواجہ گل محمد علیہ الرحمہ کے ہاں ماہِ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو لختِ جگر پیدا ہوا جس کی ولادت کی خوشخبری حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کو حضرت خواجہ قبلہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار پر ملی چونکہ آپ ان دنوں حضرت قبلہ مہاروی علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس پاک میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ اپنے پوتے کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور نومولود کا اسم گرامی خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ اور خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کے فرزندار جمند خواجہ نور احمد مہاروی علیہ الرحمہ نے اللہ بخش رکھا۔

منقول ہے کہ کریم کا لقب آپ کو خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے عنایت ہوا تھا۔ آپ کی ولادت زہے بیدار بخت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ لڑکا بہت خوش قسمت ہے جب سے اس نے اس دنیا میں قدم رکھا۔ ہم فقیروں سے فاقہ اٹھ گیا۔ اور لنگر شریف میں بھی وسعت آ گئی۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمہ نسلاً

نسبا خانوادہ ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔

دنیا میں یوں تو جلوہ نما تھے ہزاروں لوگ   تیرا جدا تھا رنگ جہاں تک نظر گئی

ولادت کا واقعہ:

حضرت پیر پٹھان شاہ سلیمان حضرت قبلہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کے روضہ اقدس پر مہار شریف خانقاہ پر تشریف فرما تھے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مبارکباد دی آپ نے فرمایا کس چیز کی مبارک؟ اس عورت نے عرض کی نواسہ پیدا ہونے کی۔ مبارک ہو۔

آپ نے فرمایا نادان: دوسروں کی اولاد کی مبارک بھی کوئی مبارک ہوتی ہے میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ میرے بیٹے کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ نے وہاں پر جو بزرگ موجود تھے اُن کو فرمایا کہ اٹھو اور قبلہ مہاروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا کر میری طرف سے عرض کرو کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور اتنی دور سے آپ کے پاس آیا ہوں کہ کیا کوئی اپنے مہمان کی عزت افزائی اس طرح کرتا ہے۔ تعجب ہے مجھے اس بات پر کہ آپ اپنے دروازے پر مجھے دوسروں کی اولاد کی مبارک باد دلوانے ہیں۔ وہ بزرگ اٹھے اور خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر جا کر آپ کا پیغام عرض کیا۔ جب واپس وہ بزرگ خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے تو آپنے پوچھا سناؤ مزار مبارک سے کیا جواب ملا؟ وہ بزرگ عرض کرنے لگے یا خواجہ جب میں نے مزار پرانوار سے باہر قدم رکھا تو ایک شخص نے مجھے دو پھول دیئے، قبلہ خواجہ تونسوی وہ پھول لے کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میرا اللہ تعالیٰ جل جلالہ مجھے خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ کی دعا سے دو پوتے عطا فرمائے گا۔ اگلے سال جب خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ عرس مبارک پر مہار شریف حاضر ہوئے تو تونسہ شریف سے خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی کے پیدا ہونے کی خوشخبری آئی۔ سن کر آپ نے بہت خوشی محسوس فرمائی اور خالق کائنات کا شکر ادا فرمایا۔

تعلیم وتربیت:

خاندانی روایات کے مطابق خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ نے چار سال چار ماہ کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا ابتدائی تعلیم آپ نے مولوی محمد امین صاحب سے حاصل کی جنہوں نے آپ کو قرآن کریم، صرف، نحو، پھر تفسیر وحدیث پڑھائی ۔ یہاں تک کہ آپ کو جملہ علوم ظاہری کی تکمیل کرادی۔ ظاہری تعلیم سے جونہی فارغ ہوئے تو آپ کے دادا حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ نے آپ کی باطنی تعلیم پر توجہ دی۔ اور سلوک معرفت کی باطنی تعلیم خود دینے کا فیصلہ فرمایا پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ روحانیت کے اعلیٰ وارفع مدارج طے کرتے ہوئے طریقت کے شہباز لامکانی بن گئے۔

رسمِ دستار بندی:

حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان علیہ الرحمہ کے وصال مبارک کے بعد سوئم والے دن حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی کی سجادگی کی دستار بندی ہوئی اور آپ کو حضرت غوثِ زماں خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے مصلی پر بٹھایا گیا۔ اور خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کا پیراہن اور کلاہ آپ کو پہنایا گیا۔ اس طرح آپ روحانیت کی شہنشاہیت تونسوی علیہ الرحمہ کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ میں سجادگی کے بعد نمایاں تبدیلی واقع ہونا شروع ہوگی۔ ابتدائی عمر میں صاحبزادیت کے زمانے میں شان شوکت کی زندگی بسر فرماتے تھے ۔ اعلیٰ قسم کی پوشاک زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے جب اپنے جدامجد شاہ سلیمان علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، اس کے بعد آپ نے فقرودرویشی ریاضت ومجاہدے والی زندگی اختیار فرمائی، سجادگی کے بعد آپ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی طرز کا سادہ پیراہن، کلاہ، اور نیلے رنگ کا تہہ بند پہنا کرتے تھے۔ نیلے رنگ کا تہہ بند تو گویا پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی پہچان ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سوال کر دیا یا حضرت کیا؟
آپ کے سلسلہ کی پہچان نیلا تہہ بند ہے۔ تو آپ نے برجستہ جواب دیا۔ نہیں ہمارے سلسلہ عالیہ کی پہچان پانچ وقت کی نماز باجماعت ہے۔

سیرت و کردار:

آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ آپ علم و فضل اور عمل لطف و کرم زہد و تقویٰ کے مجسمہ تھے۔ آپ کے اخلاق کا نقش ہر ملنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتا۔ آپ کی نظر میں اہل دنیا کی ذرہ بھر بھی وقعت نہ تھی۔ آپ بے حد غریب نواز تھے۔ غریبوں اور بے کسوں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اور ان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے آپ اپنے علم و تقویٰ اور خلق عظیم سے ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ آپ خواجہ صاحب کے تمام معمولات باقاعدگی سے ادا فرماتے اور صحیح معنوں میں آپ نے خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی جانشینی کا حق ادا فرما دیا۔
دنیا داروں کو بے مقدار سمجھنے میں خواجہ اللہ بخش علیہ الرحمہ کی طرح کوئی اور فقیر دیکھا اور سنا نہیں گیا۔

؎ اب کیا کسی سے کام تجھے دیکھنے کے بعد سب کو میرا سلام تجھے دیکھنے کے بعد

زیارات مقاماتِ مقدسہ، اور سعادت حج بیت اللہ:

آپ کے دل میں مشائخ عظام کی درگاہوں کی زیارت پر جانے کا بے حد شوق تھا۔ اس لئے آپ نے ۱۲۷۰ھ میں سیاحت کا ارادہ فرمایا اور ہندوستان روانہ ہو گئے۔ آپ علیہ الرحمہ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد درویشوں کی بھی تھی۔ آپ کی پہلی منزل چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر تھی۔ جہاں آپ نے خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کی درگاہ پر حاضری دی اور ان کے صاحبزادگان سے ملاقات فرمائی اور پھر خواجہ فخر الدین مہاروی علیہ الرحمہ کو اپنے ہمراہ لئے چشتیاں شریف سے ناگور تشریف لے گئے اور خواجہ حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ سے شرف ملاقات حاصل کی۔ پھر

اگلی منزل اجمیر شریف تھی۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ کو آپ شہنشاہِ ولایت، عطائے رسول، ہندالولی، نائب الٰہی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی درگاہِ عالیہ پر حاضری دے کر اپنے دامن کو فیوض و برکات سے مالامال فرمالیا۔

تیرے قدموں پہ آنکھیں شوق سے مَلتا مگر ڈر ہے کفِ نازک پہ چبھ جائیں نہ کانٹے نوکِ مژگان کے

اجمیر شریف سے آپ جے پور کے لئے روانہ ہوئے۔ اور چار روز تک مولانا فخر الدین دہلوی علیہ الرحمہ کے مزارِ مقدس پر قیام فرمایا پھر یہاں سے آپ دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچ کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ، خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اور پھر خواجہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی پھر دہلی سے واپسی پر چشتیاں شریف خواجہ مہاروی علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر حاضری دینے کے بعد تونسہ شریف پہنچے تمام برگان دین کے مزارات پر حاضری دینے کے بعد آپ کے دل میں شہنشاہِ کونین، نبی آخری الزمان ﷺ کی بارگاہ مقدس کا اشتیاق پیدا ہوا۔ خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ ۱۲۹۹ھ ہ، جمادی الثانی کو ۲۰۰ دریشوں کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہوئے آپ کے پاس زادِ راہ کے لئے ۶۰ ہزار روپے تھے۔ آپ کا منشا یہ تھا کہ زادِ راہ زیادہ ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ درویشوں کو اپنے ہمراہ لے جا کر حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف و بامراد فرماتا۔ آپ کے ساتھ صاحبزادگان مہاروی اور دیگر احباب بھی تھے۔ ان سب کے ساتھ آپ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے بمبئی پہنچے۔ وہاں سے بذریعہ بحری جہاز جدّہ شریف پہنچے اور ایک رات قیام فرما کر مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے اور 1 ماہ ۱۷ دن قیام فرمانے کے بعد مدینۃ الرسول میں پہنچے ان دنوں رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ تمام مہینہ مدینہ شریف میں ہی قیام فرمایا۔ ۲ ماہ ۳ دن مدینہ منورہ قیام کے دوران آپ صبح و شام رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ قدس میں حاضری دیتے رہتے پھر ۱۹ ذیقعد کو آپ دوبارہ مکہ

المکرمہ تشریف لے گئے۔ مناسک حج میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی یہ مصروفیات ۱۸ ذوالحجہ تک جاری رہیں۔ حج سے فراغت کے بعد آپ جدہ شریف تشریف لائے وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے بمبئی تشریف لائے وہاں سے بذریعہ ریل گاڑی دہلی کے راستے سے لاہور اور ملتان شریف پہنچے وہاں سے ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء بمطابق ۱۳۰۰ھ ۲۷ محرم الحرام کو تونسہ شریف واپس تشریف لائے۔

تعمیرات:

حضرت خواجہ اللہ بخش علیہ الرحمہ جہاں عبادت و ریاضت اور معرفت و طریقت کے مردِ میدان تھے وہاں آپ انتظامی صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے۔ آپ نے تونسہ شریف میں آنیوالے مریدین اور زائرین کے لئے تعمیرات کرائیں۔ ان تعمیرات میں خانقاہِ عالیہ سلیما: یہ روضہ شریف، جامع مسجد، حوض، مہمان سرائے، لنگر خانے، مسافر خانے، اسی طرح جامع مسجد کے قریب ہرٹ والا کنواں بھی تعمیر کرایا۔ جس سے تمام گھروں، لنگر خانوں، اور مہمان خانوں کو پانی جاتا بلکہ تونسہ شریف کا پورا شہر اس میٹھے پانی کے کنویں سے پانی بھرتا تھا۔

خواجہ اللہ بخش علیہ الرحمہ میں انتظام و انصرام اور تعمیرات کے کام کی بڑی لیاقت موجود تھی۔ دور دراز کے ممالک اسلامیہ سے جوق در جوق طلباء کرام اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لئے آپ کے پاس تشریف لاتے۔ ان درویشوں کے لئے بھی آپ نے رہائشی مکانات تعمیر کروائے۔

وصال باکمال:

یکم جمادی الاوّل کو آپ کو ہلکا سا بخار ہوا۔ جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ اس حالت میں آپ نے صاحبزادگان۔ صاحبزادہ حافظ محمود اور صاحبزادہ حافظ موسیٰ کو بلوایا اور انہیں کچھ نصیحتیں، وصیتیں فرمائیں۔ اس کے بعد آپ کی صحت مبارک مسلسل ناساز رہنے لگی۔ ہر وقت زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد رہتا۔ ۲۹ جمادی الاوّل کو آپ کی طبیعت شریف کچھ زیادہ ناساز ہوگی۔ حتیٰ کہ اس دن آپ نے

نماز تہجد بھی اشاروں سے ادا فرمائی۔ مگر فجر کی نماز باقاعدہ وضو کر کے مصلیٰ پر جا کر ادا فرمائی نماز کے بعد جب آپ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند فرمائے تو آپ کے ہاتھوں کو دست یزدان نے تھام لیا یوں آپ ۷۶ برس کی عمر شریف میں ۲۹ جمادی الاوّل ۱۳۱۹ھ بروز ہفتہ بعد از نماز فجر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

موت کے بادل میں ہائے ماہِ کامل چھپ گیا

مزار شریف آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ احمد علیہ الرحمہ کے پہلو میں خانقاہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ تونسہ شریف ڈیرہ غازی خان میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

۔ تونسہ شریف بھی عجیب بستی ہے جہاں ہر وقت کیف و مستی ہے

آپ کو خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے روضہ مبارک کے اندر دفن کیا گیا۔ آپ کی اولاد میں آپ کے فرزند خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی علیہ الرحمہ آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ حافظ محمود تونسوی تھے۔ جنہیں آپ نے اپنے وصال سے چند روز قبل خلافت عطا فرمائی۔

خواجہ حافظ موسیٰ تونسوی علیہ الرحمہ ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے ۱۹۰۱ء میں سجادہ نشین بنے، اور ۱۹۰۶ء میں وصال باکمال ہوا۔ اور خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے روضہ شریف کے اندر دفن ہوئے ۔ آپ بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے لختِ جگر خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ سجادہ نشین بنے۔ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۳۵۰ھ کو وصال فرمایا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی علیہ الرحمہ سجادہ نشین سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ بنے۔

آپ کے وصال شریف کے بعد خواجہ خان محمد تونسوی علیہ الرحمہ جو میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ کے پانچویں سجادہ نشین بنے۔ خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے سب سے

چھوٹے صاحبزادے خواجہ حافظ یوسف تونسوی علیہ الرحمہ تھے جو کہ قبلہ صاحبزادہ محمد یوسف صاحب اور قبلہ صاحبزادہ لطف اللہ صاحب دربار عالیہ حامد آباد شریف کنیال کے پیرومرشد ہیں ۔خواجہ حافظ یوسف تونسوی حافظ قرآن تھے عالمِ باعمل اور پابند شریعت و طریقت تھے ۔آپ کا وصالِ باکمال ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

خواجہ خان محمد تونسوی علیہ الرحمہ کے وصال شریف کے بعد آپ کے فرزند خواجہ عطاء اللہ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کے چھٹے سجادہ نشین بنے ۔آپ (۲۰۰۸) میں نگرانِ حکومت وفاقی وزیر برائے مذہبی امور بھی رہ چکے ہیں ۔

خواجہ کریم تونسوی کے دوسرے فرزندار جمند خواجہ حافظ محمود تونسوی بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔آپ کے حضورتاجدارِ گولڑہ پیر مہر علی شاہ نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ گہرے محبانہ مراسم تھے۔

آپ حضرت قبلہ حضور بابو جی غلام محی الدین شاہ صاحب نوراللہ تربتہ جو کہ حضور قبلہ تاجدار گولڑہ کے لختِ جگر نور نظر ہیں آپ کی شادی پر بھی گولڑہ شریف تشریف لائے تھے۔

خواجہ محمود تونسوی اپنے روحانی و باطنی کمالات کے علاوہ اپنے علمی و ادبی اور مجلسی فضائل کی وجہ سے ہم عصر مشائخ میں بڑی مقبول اور دلنواز شخصیت تھے۔آپ کا وصال مبارک ۱۹۲۹ء کو قادر پور ضلع ملتان شریف میں ہوا۔جب آپ کا وصال شریف ہوا تو دریائے سندھ اور دریائے چناب میں سیلاب آیا ہوا تھا اور کثرتِ بارش کی وجہ سے ملتان شریف سے تونسہ شریف کا راستہ ناقابل سفر تھا۔چنانچہ آپ کو دربار حافظ محمد جمال ملتان مین دفن کیا گیا ۴ ماہ بعد جب روضہ مبارک محمودیہ تیار ہوا تو تابوت شریف کو ملتان شریف سے لاکر روضہ محمودیہ میں رکھا گیا۔

شاید میرا شہر کوئی چھوڑ گیا ہے آج   افسردہ سی گلیاں ہیں درو بام ہیں خاموش

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد



HAZRAT PIR SYED MEHR ALI SHAH (GOLRA SHARIF)

تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت:

مقربِ بارگاہِ رسول کریم، فاتح قادیان، غوثِ زماں، تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۹ھ کوراولپنڈی سے ۱۷ کلومیٹر دور گولڑہ شریف کے مقام پر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔آپ کے والدِ گرامی کا اسمِ گرامی پیر سید نذر دین شاہ علیہ الرحمہ تھا۔آپ خاموش طبیعت فقیر تھے۔لوگوں سے کم کلام فرماتے۔لوگ بسا اوقات آپ کے بولنے کے منتظر رہتے تھے۔آپ سیف زبان تھے۔ جو بھی آپ کی زبان ترجمان سے نکل جاتا وہ ہو کے رہتا۔حضور پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے چند روز قبل ایک مجذوب فقیر نے آپ کی خانقاہ کے باہر ڈیرہ ڈال دیا تھا۔خانقاہ کے خادم اس کو کھانا پہنچاتے تو وہ کھانا کھانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتا کہ ظالمو! میں کھانا کھانے نہیں آیا بلکہ آنیوالے کو سلام کرنے آیا ہوں۔ جب پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو مجذوب فقیر بے تابانہ انداز میں ڈیوڑھی میں پہنچا اور پہلے میں۔ پہلے میں۔کی دیوانہ وار صدائیں دینے لگا۔آپ کے والدِ گرامی نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ لوگو پہلا حق اسی کا ہے۔ بچے کی زیارت پہلے اسے ہی کرائی جائے۔ چنانچہ حضور پیر سید مہر علی شاہ کو باہر لایا گیا۔مجذوب نے عقیدو محبت سے اسلام علیکم یا مجدد! یاولی اللہ کہہ کر آپ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور الحمدللہ کہہ کر واپس چل دیا پھر اس کے بعد دوبارہ کسی کو نظر نہیں آیا۔آپ کا پیدائشی نام نامی مہر منیر تھا۔مگر بعد میں آپ نے پیر سید مہر علی شاہ کے نام سے شہرت پائی۔

تعلیم و تربیت:

حضور تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر شریف ابھی چار سال ہی کی تھی کہ آپ کی تعلیم کا آغاز ہو

گیا۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عربی و فارسی اور صرف ونحو کی تعلیم ہزارہ کے ایک نیک بزرگ عالمِ دین مولانا غلام محی الدین علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ کافیہ کا علم بھی آپ نے مولانا صاحب سے ہی حاصل کیا۔ آپ اسقدر ذہین تھے کہ جو سبق ایک روز پڑھتے وہ اگلے روز ازبر ہوتا۔ اس طرح آپ نے قرآن پاک بھی بہت جلد حفظ کرلیا تھا۔ اس کے بعد سیدنا پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کو آپ کے والد بزرگوار نے بھوئی گاڑ حسن ابدال اٹک مولانا محمد شفیع قریشی کی درسگاہ میں داخل کروادیا تھا۔ دورانِ تعلیم آپ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر اوقات روزے میں رہتے۔ گھر سے ملنے والے جیب خرچ کو اپنے طلباء ساتھیوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ کا ثانی ناممکن تھا۔ بڑے سے بڑے الجھے مسائل کا فوری حل فرما دینا یہ آپ کو خداداد نعمت حاصل تھی۔ تب ہی تو مولانا غلام محی الدین علیہ الرحمہ نے آپ کو پڑھانے سے معذرت کی اور آپ کے والدِ کریم سے عرض کی کہ عرش کی طرف پرواز کرنے والے شاہین کو ایک مولا کیا تعلیم دے سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے موضع آنگہ ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود صاحب سے فلسفہ، معقول، ریاضی اور درسِ نظامی کی باقی کتابیں وغیرہ پڑھیں۔ قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس زمانے میں حصول علم کے لئے کان پور مولانا احمد حسن محدث کے پاس تشریف لے گئے تو مولانا صاحب ان دنوں حج بیت اللہ کے لئے ہندوستان سے حجازِ مقدس کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کررہے تھے۔ آپ نے جب دیکھا کہ مولانا احمد حسن محدث علیہ الرحمہ حج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں تو آپ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ علی گڑھ سے آپ سہارن پور میں مولانا احمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ نے پہلی ملاقات میں پہچان لیا کہ یہ مجاہد ایک محققانہ بصیرت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ الٰہی کے ایک مقام پر فائز ہے۔

چنانچہ مولانا علیہ الرحمہ نے ایک روز اپنے دولت کدے پر قبلہ حضور تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ کی دعوت کی اور ساتھ ساتھ سند حدیث عطا فرمائی اور فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیں اور دین کی خدمات کو عام کریں۔

بیعت و خلافت:

۱۸۷۶ء میں آپ ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلے۔ مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بالآخر سیال شریف حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ اور جانشین شمس العارفین قبلہ خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضور تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک شخص نے سوال کیا؟ حضور آپ سیدزادے اور آلِ رسول ہیں مگر آپ نے بیعت سادات گھرانے کے مرشد سے نہیں کی اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا یہ سادات کی توہین کے مترادف نہیں؟

یہ سن کر گولڑے کے تاجدار نے جواب ارشاد فرمایا کہ جسکی بیعت میں نے کی وہ سیدزادہ نہیں مگر اس کی سرسبز کھیت کی ہریالی مجھے اپنی طرف کھینچ کر لے گئی۔ اس غیر سیدزادے کے پاس کچھ تھا تو تب ہی سیدزادے نے قبول کیا ہے۔

تمھیں کس نے بلایا مئے کشوں سے یہ نہ کہہ ساقی   طبیعت مل گئی ہے ورنہ میخانے بہت ہیں

حضور تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شیخِ طریقت خواجہ سیالوی علیہ الرحمہ سے بے حد عقیدت اور کمال درجے کی محبت تھی۔ ۱۳۰۰ھ میں جب قبلہ خواجہ سیالوی کا وصال ہوا تو آپ کے لئے یہ انتہائی بے قراری کا باعث بنا۔ آپ نے مجاہدہ اور ریاضت کی زندگی شروع کر دی۔ ۱۳۰۷ھ میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری کے بعد آپ نے حجازِ مقدس کے لئے اپنے سفر کا آغاز فرمایا وہاں پر پہنچے کے بعد آپ نے حج بیت اللہ ادا فرمایا۔ حج سے فراغت

کے بعد مدینہ منورہ میں زیارت کیلئے روضہ رسول کریم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں پہنچے اور کافی عرصہ مقیم رہے۔ایک روز وادی حمراء میں آپ نے عشاء کی غیر موکدہ سنتیں بوجہ مجبوری موقوف کر دیں تو رات کو شہنشاہِ کونین، باعثِ تخلیق کائنات، مالک ارض وسما کے محبوب، نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے۔مدینہ کے تاجدار ﷺ کو دیکھ کر طبیعت میں حیرانگی پیدا ہوئی۔دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پرکیف وادیاں، خاکِ بطحا کے پرنور ذرے، مدینہ منورہ کی مقدس گلیاں اور گنبد حضریٰ کے حسین نظارے اس رات ایک عاشق رسول ﷺ کی عشاء کی سنتیں قضا ہو گئیں۔رات کو امام الانبیاء ﷺ خواب میں ملے فرمایا مہر علی میرے شہر مدینہ میں آ کر سنتیں قضاء کر دیں۔عرض کی لجپال مدنی ماہی آقا یہ تو سنتیں قضاء ہوئی ہیں اگر مہر علی شاہ کو معلوم ہوتا کہ خدا کے فرض قضاء کرنے سے جلوۂ حسن دکھاتے ہیں تو میں خدا کے فرض بھی قضاء کر دیتا۔

؎ کتھے مہرِ علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

فاتح قادیاں:

آپ مخلوق کی رشد وہدایت میں مصروف تھے۔پورے ملک سے قادیانی فتنہ کی آوازیں آنے لگیں پورے برصغیر پاک وہند میں قادیانی کذاب نے اعلان نبوت کر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی ناپاک کوشش کی۔قادیانی نے اسلام دشمنی میں طرح طرح کے حیلے بہانے اختیار کیے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تو آپ نے جواباً فرمایا قادیانی تو میرے ساتھ کیا مناظرہ کرے گا۔اگر تو سچا ہے تو آ۔ہم دونوں جلتے تندور میں چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہو گا وہ بچ جائے گا جو جھوٹا ہو گا جل جائے گا۔آپ کا یہ جواب سن کر قادیانی راہِ فرار اختیار کر گیا۔چنانچہ جولائی ۱۹۰۰ھ کو تحریری مناظرہ کا

دعوت نامہ حضور تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ کو بھیجا گیا۔ پھر تاجدارِ گولڑہ نے قادیانی کو مباحثہ کے لئے لاہور کی بادشاہی مسجد میں آنے کا پیغام بھیجا۔ قادیانی نے اپنا انگریزی، بناسپتی اور جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو گمراہ اور بے دین کرنا شروع کر دیا۔ ادھر اس مردِ قلندر، گولڑہ کے تاجدار علیہ الرحمہ نے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو للکارا۔ لاہور میں ایک تحریری مناظرے کا انتظام ہوا۔

اس عظیم ولیِ کامل، مردِ درویش، تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: مرزا تو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں اپنے سچے نبی کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ میز پر قلم دوات اور کاغذ رکھ دیتے ہیں پھر جس کا قلم کاغذ پر خود بخود لکھے گا وہ سچا ہوگا۔ مرزا یہ سن کر میدان سے بھاگ گیا۔ بھاگتا بھی کیوں نہ ایک طرف جھوٹا نبی تھا اور دوسری طرف سچے نبی کا سچا غلام تھا۔

ادھر مرزا اُدھر سید زادہ ادھر قادیانی اُدھر نورِ نظر علی کا

۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو گولڑہ کے تاجدار علیہ الرحمہ نے لاہور کا سفر شروع فرمایا لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر قادیانی کو اطلاع دی گئی تا کہ لاہور پہنچ جائے۔ لیکن قادیانی نے نہ لاہور آنا تھا اور نہ آیا۔ جب قادیانی کی آمد سے قطعاً مایوسی ہوئی۔ ۲۷ اگست کو بادشاہی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں پیر سید جماعت علی شاہ، محدث علی پوری علیہ الرحمہ، جسے اکابرینِ ملت موجود تھے۔ مگر قادیانی وہاں بھی وقت طے ہونے کے باوجود نہ پہنچا۔

تمام علماء کرام نے اس دعوت مناظرہ کی مکمل داستان بیان کرتے ہوئے قادیانیت کی واضح تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی۔ اور ممبر پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کی تفسیر بیاں فرمائی۔ چنانچہ مغرب کی نماز باجماعت تمام مشائخ عظام اور علماءِ اہلسنت نے ادا فرمائی اور نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ کریم ہم تیرے دین اور تیرے محبوب کی عظمت کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ صبح سے اب تک اس جھوٹے اور کذاب

مدعی نبوت کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا۔ اے رب کائنات جل جلالہ اب یہ معاملہ تیرے سپرد ہے اس کذاب کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا۔ دعا کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو سن لو! قادیانی کی موت انتہائی ذلت آمیز اور غلاظت والی ہوگی۔

ادھر تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ ادھر پیر سید جماعت علی شاہ، محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے اعلان فرمایا۔ اے لاہور والو سنو! کل کو سورج نکلنے سے پہلے مرزا اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بے ایمان کی اسی رات بیت الخلا میں انتہائی ذلت آمیز موت ہوئی جو مرزا کے پیروکاروں کے۔ لئے رہتی دنیا تک باعثِ عبرت ہے۔

ٹکر نہ لے نبی کی شریعت سے ہوش کر　　　دوزخ میں جھونکتی ہے یہ ٹھوکر لگی ہوئی

ردِ قادیانیت کے لئے تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات انتہائی درجہ کی ہیں۔ جسکی مثال و نظیر ملنا ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے بہت سی کتابیں اور رسالے بھی لکھے جن میں سیف چشتیائی اور ایک رسالہ شمس الھدیٰ مقبول خاص و عام ہے۔ آج بھی علماء اہلسنت کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ ان ہی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں اور ان ہی کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

وصالِ باکمال:

آپ کا اکثر وقت یادِ الٰہی میں گزرتا، عبادتِ الٰہی کی وجہ سے نیند و آرام سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ ۷۱ برس کی عمر شریف تک آپ کی صحت مبارک بہت اچھی رہی جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی۔ عبادتیں طویل ہوتیں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد سرد آہ بھر کر سر مبارک اٹھاتے۔ چہرہ کبھی زرد کبھی سرخ ہو جاتا۔ آپ نے اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ عقیدت مند آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر

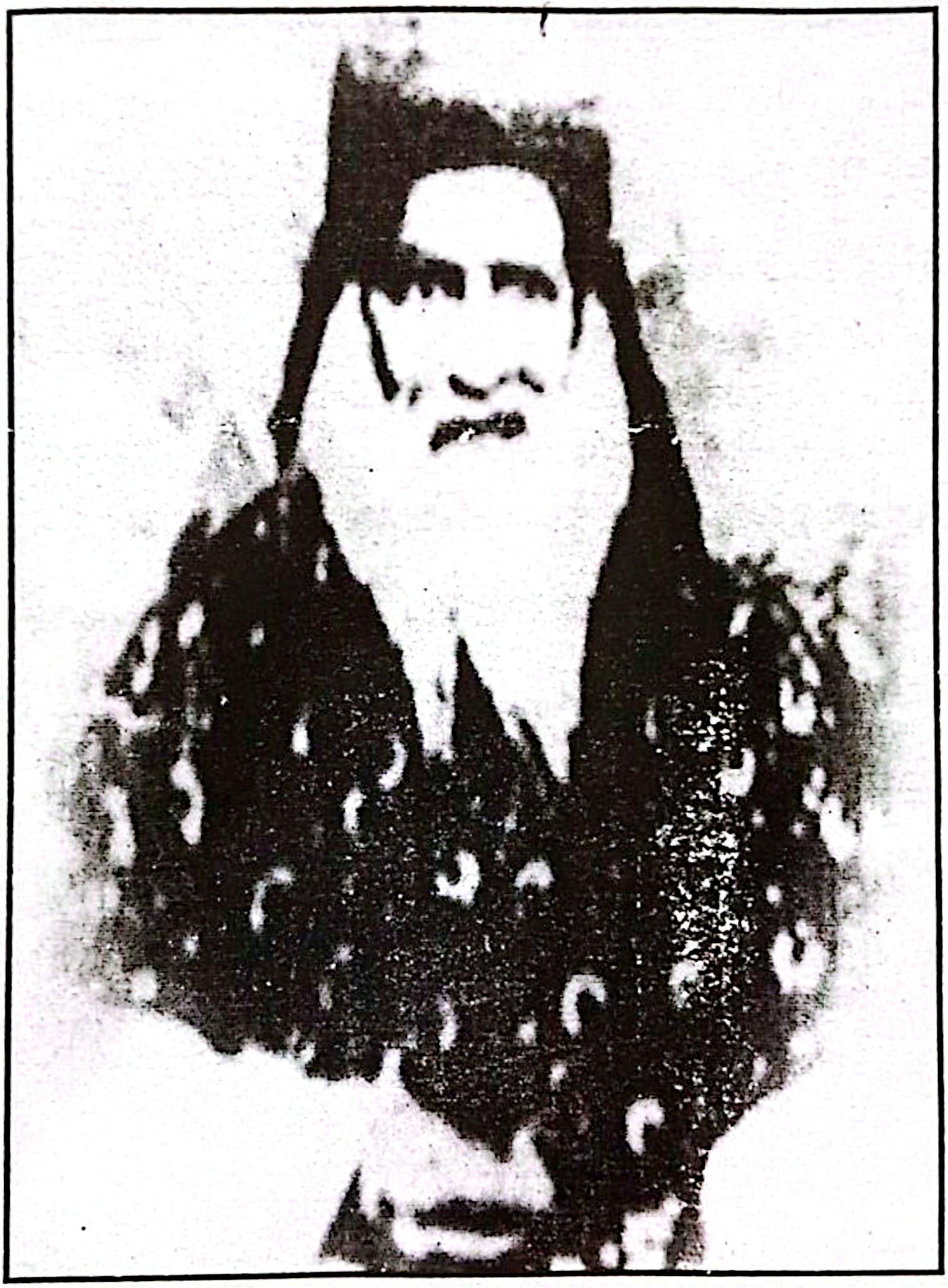
پریشان و مغموم ہو جاتے۔ آپ سر مبارک اٹھا کر لوگوں کے فکر مند چہرے دیکھتے تو مسکرا کر انہیں تسلی دیتے۔ آخر ایک وقت وہ بھی آیا کہ ضعف کے آثار بڑھنے لگے اس کا باعث بیماری نہ تھی بلکہ کثرت مشاغل اور لوگوں کے دکھ درد کا احساس بھی اس میں شامل تھا۔ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ بروز بدھ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء عصر کے وقت آپ اٹھ کر بیٹھ گئے پھر آپ نے دروازہ کی طرف دیکھ کر احترام سے سر جھکا لیا جیسا کسی آنے والے کا استقبال کیا ہو گویا رحمت کے فرشتے اور اولیاء اللہ کی روحیں حاضر ہو گئیں ہوں۔ فضا میں قرآن خوانی کی آواز گونج گئی۔ چہرے پر سکون اور ہونٹوں پر تبسم، اچانک آپ نے آہستہ سے اللہ کہا اور آپ کا پورا جسم روشنی میں نہا گیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

در و دیوار پہ قبضہ ہے اسی کا نصیرؔ گھر میرا گھر نہ رہا ان کے چلے جانے کے بعد

آپ کا مزار پر انوار راولپنڈی سے ۱۷ کلو میٹر دور گولڑہ شریف کے مقام پر جو کہ آجکل ضلع اسلام آباد کہلاتا ہے میں واقع ہے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ صبح و شام آپ کے مزارِ فیض آثار پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کا مزار مقدس پہاڑوں کی اوٹ میں ہے۔ صبح کے وقت ہرے بھرے درختوں کے جھرمٹ میں سنگ مرمر کے گنبد اور مینار کا نظارہ بہت دلکش ہوتا ہے۔ آپ کا مزار پر انوار آج بھی اہل عشق و محبت کو دعوت نظارہ دے رہا ہے اور اہل محبت و عقیدت ہزاروں کی تعداد میں مزار فیض آثار پر حاضری دیکر قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور اور روحانی تسکین حاصل کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



KHAWAJA AHMAD MARVI (R.A)

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت:

زبدۃ العارفین، عمدۃ السالکین، دلیل الکاملین خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء میں حضرت خواجہ برخودار علیہ الرحمہ کے گھر بلوچستان کے کوہستانی علاقہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد کا اصل وطن کنارہا دریائے چناب پنجاب ہے۔آپ کے دادا سکھوں کے عہد میں ان کے ظلم وستم سے تنگ آکر اپنے قبیلے کے ہمراہ بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں آکر آباد ہوئے اور وہیں پر بلوچ خاندان ایک شاخ بزدار قوم میں شادی کی جس سے آپ کے والد میاں برخودار علیہ الرحمہ پیدا ہوئے پھرانہوں نے بھی اسی بزدار قوم میں شادی کی۔جس سے دو فرزند (۱) خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ اور (۲) خواجہ یعقوب علیہ الرحمہ اور ایک صاجبزادی کی ولادت باسعادت ہوئی۔خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے دوسرے بھائی خواجہ یعقوب علیہ الرحمہ آپ بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔آپ کے والد ماجد میاں برخودار حضرت حواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے مرید اور حذا دوست بزرگ تھے۔وظائف لے کر جنگلوں میں چلے جاتے تھے اور یاد الٰہی میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ موضع نگروٹ جو تونسہ شریف سے مغرب کی جانب ۴ کلومیٹر دور ہے پہنچے تھے خواجہ میاں برخودار علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا۔ مسجد بلوچ خاناں میں آپ کا مزار پرانوار بنا آپ وہیں مدفون ہیں۔

تعلیم وتربیت:

آپکے والد گرامی کے بعد آپ کی کفالت تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ کے ماموں جان علی خان

صاحب پر پڑی وہ بھی قبلہ خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ کے مرید تھے آپ ایک صوفی منش آدمی تھے یہی وہ شخص ہیں جو پہلی مرتبہ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کو خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تھے۔اس پہلی حاضری کا حال خواجہ احمد میروی اپنی زبان ترجمان مبارک سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ یہ خاکسار جب اپنے ماموں جان کے ساتھ خواجہ تونسوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو کم سن تھا۔ جب حاضرِ خدمت ہوئے تو قبلہ سرکار تونسوی علیہ الرحمہ لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پاس موجود لوگ آپ کے جلال کی وجہ سے ساکت بیٹھے تھے۔ ماموں جان تو قدم بوسی کر کے بیٹھ گئے لیکن میں جب حضرت کے قدموں کو بوسہ دینے کے لئے قریب ہوا تو آپ اُٹھے اور مصافحہ کے لئے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ میں سر جھکائے کھڑا تھا۔ایک صاحب نے مجھے کہا دیکھو حضرت صاحب مصافحہ فرما رہے ہیں میں نے بھی مصافحہ کیا اور دست اقدس کا بوسہ لیا اور اپنی قسمت پر نازاں بیٹھ گیا۔حضرت صاحب نے شفقت سے اپنے دست مبارک سے سیب کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔

؎ شانِ عطا کو تیری عطا کی خبر نہ ہو   یوں بھیک دے کہ دست گدا کو خبر نہ ہو

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم جناب میاں برخودار علیہ الرحمہ سے حاصل کی بعد میں آپ اپنے ماموں جان کے ہمراہ تونسہ شریف پہنچے اور وہیں پر مقیم ہو کر علم حاصل کرنے لگے اور متواتر ۹ سال تک تونسہ شریف میں علم حاصل کرتے رہے اس کے بعد آپ ملتان شریف تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ ملتان شریف کے علماء کرام سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔

بیعت وخلافت:

جب آپ بچپن کے عالم میں حصول علم کے لئے اپنے ماموں جان علی خان صاحب کے ہمراہ تونسہ شریف پہنچے تو دورانِ تعلیم ہی آپ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے دام محبت میں گرفتار ہو

گئے۔ قبلہ خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی پہلی ملاقات کے بعد آپ کے دل کی حالت عجیب ہو گئی۔ ہر وقت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کی صورت نگاہوں کے سامنے رہنے لگی۔

یا خدا ہر دم نگاہ میں ان کا کاشانہ رہے ۔ دونوں عالم میں خیال روئے جاناناں رہے

یوں خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ شمع چشتیہ پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے بار بار حاضر ہوتے رہے۔ علوم دینہ کی تکمیل کے بعد تونسہ شریف حاضر ہو کر حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ تو بعد میں حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کا وصال با کمال ہوا۔ اس کے بعد آپ مسلسل عبادت و ریاضت میں مصروف رہے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔ مکھڈ شریف ضلع اٹک میں حضرت علامہ مولانا محمد علی مکھڈ وی چشتی نظامی، علیہ الرحمہ کے عرس مبارک میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کو اجازت، وخلافت عطا فرمائی۔ اس کے بعد جب آپ تونسہ شریف پہنچے تو حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی سجادہ نشین تونسہ شریف نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

میرا شریف میں مستقل سکونت:

آپ سیر وسیاحت کرتے ہوئے جب تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک کی بستی میرا میں، پہنچے۔ یہ میرا پنڈی گھیب سے ۳۹ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بنجر اور غیر معروف سی بستی تھی۔ لیکن کوہ سلیمان کے پہاڑوں میں بکریاں چرانے والے ایک درویش کو یہ خطہ بہت پسند آیا۔ اور یہ بستی میرا سے میرا شریف بن گئی۔ یہاں پر آپ کی طبیعت کو بہت سکون ملا اور دل لگ گیا۔ پھر یہیں پر مستقل سکونت، اختیار کرنے کا پروگرام بنایا اور قیام پذیر ہو گئے۔

میرا شریف میں قیام فرمانے کے بعد آپ نے ایک دینی ادارہ قائم فرمایا۔ جہاں دور دور سے علماء

اور طلباء آ کر آباد ہو گئے۔ مسجد خانقاہ، لنگر خانہ کی تعمیر سے ایک خاصہ قصبہ بن گیا۔ آپ نے میرا شریف میں علماء، طلباء اور فقرا کے لئے باقاعدہ لنگر خانہ قائم کروا کر لنگر جاری فرما دیا اور خود علم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں میرا شریف کا یہ دینی مدرسہ پورے علاقے میں اسلام کا عظیم مرکز بن گیا اور یہاں سے علماء نے اکتساب فیض کیا۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کو مختلف علوم پر مہارت حاصل تھی۔ لیکن مزاجاً آپ تصوف و اخلاق کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مثنوی شریف مولانا روم علیہ الرحمہ سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ فارسی زبان و ادب پر آپ کو عبور تھا۔ آپ خط و کتابت بھی فارسی میں کیا کرتے تھے۔ تصوف کی مشہور کتابوں کا آپ باقاعدہ درس بھی دیا کرتے تھے۔ اہلِ علم آپ کی گفتگو سے بہت فائدہ حاصل کرتے تھے اور صوفیانہ فکر رکھنے والوں کے لئے آپ کا کلام ایک انعام ہوتا تھا۔

فقر و استغناء

آپ میں توکل، استغناء بچپن ہی سے بدرجہ اتم موجود تھا۔ جن دنوں آپ تونسہ شریف میں حصول علم کے لئے قیام پذیر ہوئے تو نواب بہاولپور کے وزیر احمد خان نے طلباء کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تو طلباء کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا فرمایا میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنے شیخ کے در پر آیا ہوں۔ یہاں میں محبت الٰہی کا درس لینے آیا ہوں۔ ہر قسم کی تنگی اور سختی برداشت کروں گا لیکن احمد خان کا دستِ نگر نہیں سننا چاہتا ہوں۔ میں اپنے رب کریم اور خواجگانِ چشت کی رضا پر راضی ہوں۔ لہٰذا میرا نام فہرست سے خارج کیا جائے۔

حضور تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ سے تعلق:

آپ کے حضرت تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ سے خصوصی تعلق اور گہرے محبانہ مراسم تھے۔ باہم خط و کتابت و آمد و رفت بھی تھی۔ آپ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ کو پیار سے لالو کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ لالو پنجابی زبان میں بھائی کو کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ جب گولڑہ شریف

تشریف لاتے تھے تو قبلہ محی الدین شاہ (بابوجی) علیہ الرحمہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔اس وقت قبلہ بابوجی علیہ الرحمہ ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے۔قبلہ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ قبلہ بابوجی علیہ الرحمہ سے سبق سن کر اس قدر متاثر ہوتے کہ انہیں بازو سے پکڑ کر قبلہ تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش فرماتے اور فرمایا کرتے کہ لالوجی توجہ کریں یہ کچھ ہو جائے۔تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ فرماتے کہ آپ دعا فرمائیں یہ کچھ نہ ہو۔اس پر خواجہ میروی علیہ الرحمہ ہاتھ ہلا ہلا کر منع فرماتے کہ نہیں لالوجی ایسا نہ کہیں بلکہ دعا فرمائیں یہ کچھ ہو۔بہت کچھ ہو، بہت اچھا ہو۔

حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ مسکرا کر فرماتے کہ اگر یہ کچھ نہ ہوگا تو سب کچھ ہوگا۔بہت کچھ ہوگا۔ کیونکہ اس کوچہ میں کچھ نہ ہونا ہی سب کچھ ہونا ہے۔پھر دونوں حضرات نے مل کر بارگاہ الٰہی میں قبلہ بابوجی کے حق میں دعا فرمائی۔جسکی قبولیت کا اثر سارے عالم نے دیکھا۔

؎ خود کو ایسا مٹا کہ تو نہ رہے ۔۔۔ تجھ میں تیری خودی کی بو نہ رہے

معرکہ، دقادیانی لاہور کے بعد خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے کہ اگر قادیانی پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے روبرو آجاتا تو شاہ علیہ الرحمہ اپنی کرامت کے زور سے اس کو زمین کے اندر دھنسا دیتے۔

وصالِ باکمال:

آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۰ھ بمطابق 1912ء میں ہوا۔یا ۱۳۲۹ھ بمطابق 1911ء بروز بدھ کو ہوا۔مزار پرانوار میرا شریف تحصیل پنڈیگھیب ضلع اٹک میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہلِ عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان اور ایمان کو تازگی بخشتے ہیں۔

قبلہ خواجہ احمد میروی نے چونکہ مجرد زندگی گزاری۔شادی نہ کی تھی۔اس لئے آپ کے بعد آپ کے مرید وخلیفہ خاص حضرت مولانا احمد خان چشتی نظامی علیہ الرحمہ آپ کے سجادہ نشین ہوئے پھر ان کے بھتیجے حضرت قبلہ خواجہ فقیر عبداللہ علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ امیر احمد بسالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



KHAWAJA AMEER AHMED BASALVI (R.A)

حضرت خواجہ امیر احمد بسالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادتِ باسعادت:

پروردہ لطف رسول مدنی، آئینہ جمال وجلال حقانی، خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ ۱۸۶۵ء کے قریب موضع تھگ سوڑہ، تحصیل تونسہ شریف میں حافظ قاری غلام محمد علیہ الرحمہ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد ایک متقی عالم اور پرہیزگار دیندار شخص تھے۔ خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ ومرید تھے اور اپنا مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔

تعلیم وتربیت:

خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ نیک اور دیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن ہی سے گھر کے دینی ماحول نے آپ کو یادِ خدا کی طرف راغب کیا۔ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی اور قرآن پاک اپنے والد گرامی سے پڑھا۔ بعدازاں تکمیل علوم دینیہ کے مختلف مقامات پر مختلف ماہر علماء کرام سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ نے تونسہ شریف میں خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ مدرسہ میں داخلہ لے لیا، یہ زمانہ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی کا تھا۔ مدرسہ سلیمانیہ میں خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے ہم جماعتوں میں خواجہ کریم تونسوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے خواجہ حافظ محمود تونسوی علیہ الرحمہ بھی شامل تھے۔ خواجہ محمود تونسوی کے خواجہ بسالوی سے گہرے دوستانہ اور محبانہ مراسم تھے اکٹھے علم حاصل کرتے تھے۔ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ نظم، صرف، نحو، فقہ اور حدیث شریف کی تعلیم کے ماہر تھے۔ آپ جب مثنوی شریف کا سبق ترنم سے پڑھتے تھے تو آپ کے استاد وجد میں آکر اپنی ٹوپی اتار کر آپ کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ کی دستارِ فضلیت اور سند الفراغ حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ آپ نے کچھ عرصہ تونسہ شریف میں درس وتدریس کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

بیعت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے صاحب ارشاد ہوئے۔آپ کے مرشد خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ آپ پر خصوصی نظر شفقت فرماتے تھے۔وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمہ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے اور بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔آپ ہی کو دربار عالیہ تونسہ شریف کی جامع مسجد کی امامت وخطابت کے فرائض کی ذمہ داری بھی سونپی ہوئی تھی۔آپ تین سال تک اپنے مرشدِ کریم کی مسجد کے پیش امام رہے۔

حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمہ ایک مرتبہ گولڑہ شریف تشریف لائے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔خواجہ بسالوی تاجدار گولڑہ کی مجلس میں عام لوگوں کی صف میں تشریف فرما ہوگئے۔

؎ ہم فقیروں سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے

تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ کی نظر جب آپ پر پڑی تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمہ کے ہمراہی ہیں۔یہ سن کر تاجدارِ گولڑہ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔اس شخص کو آگے لے آؤ مجھے اس شخص سے اللہ اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔

؎ نگاہیں کاملوں کی پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
بھلا کب پھول چھپتا ہے پتوں میں نہاں ہوکر

جب آپ بسال شریف آکر مسند نشین ہوئے تو گاہے بہ گاہے گولڑہ شریف تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔جس وقت حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمہ کا وصال باکمال ہوا اور آپ نے یہ خبر جان کاہ سنی تو آپ پہلے ہی سے بہت شدید علیل تھے۔چلنے پھرنے

سے قاصر تھے باوجو اس کے آپ پھر بھی پالکی میں بیٹھ کر گولڑہ شریف تشریف لائے۔

خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ کے خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی گہرے مراسم تھے۔ حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ جب بھی میرا شریف سے تونسہ شریف کا سفر فرماتے تو آپ کے ساتھ ملاقات ضرور فرماتے اور جب میرا شریف میں خواجہ احمد میروی کو درس وتدریس کے لئے عالم دین کی ضرورت پڑی تو خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی علیہ الرحمہ اور خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمہ کی اجازت سے آپ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ کو میرا شریف لے آئے۔

قبلہ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ میرا شریف میں تقریباً ۲۰ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔ خواجہ احمد میروی آپ پر بہت مہربان تھے (آپ اپنے وصیت نامے میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی امیر احمد علیہ الرحمہ میرے جگری یاروں میں سے ایک یار ہے۔

ہزاروں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک
اے اہلِ زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کم یاب ہیں ہم

خوجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کا ۱۹۱۲ء میں وصال ہوا اس کے بعد خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ جھلار ضلع اٹک میں تشریف لے آئے پھر کالا چٹا پہاڑ کے دامن میں خوفِ خدا اور ذکرِ رسول اللہ ﷺ میں وقت گزارتے رہے۔ پھر ۱۹۱۷ء میں بسال شریف کے لوگوں نے ایک وفد بھیج کر بسال شریف میں مستقل آباد ہونے کی درخواست پیش کی۔ جسے آپ نے قبول فرما کر خانقاہ عالیہ چشتیہ محمودیہ سلیمانیہ کی بنیاد سلیمان آباد بسال شریف میں رکھی۔

خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ مکمل طور پر سنت نبوی ﷺ کے تابع تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی اسی بات کا درس دیتے رہے۔ ہمہ وقت یادِ خدا میں مست وسرشار رہتے تھے۔ پیشانی سے نورِ ولایت چمکتا نظر آتا تھا۔ آپ کی ذات فقر محمدی کی ایک عظیم تصویر تھی۔

آپ کا لباس انتہائی سادہ ہوتا تھا۔ آپ سفید کُرتا اور نیلا تہہ بند زیب تن فرماتے تھے اور سر پر سفید ٹوپی

ہوتی تھی۔ جو بھی ایک نگاہ آپ کو دیکھتا وہ خدا پرست اور دیندار ہو جاتا۔ آپ کثرت مراقبہ کے دلدادہ تھے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ اور عبادت وریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ سخاوت میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ اخلاق آپ کا بہت بلند تھا۔ آپ کے ہاتھ پر لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھی۔ آپ نے سلیمان آباد بسال شریف میں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں دور دراز بلکہ بلوچستان تک کے طلباء اور درویش تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

کوئی تو بات ہے ساقی تیرے میکدے میں ضرور کہ دور دور سے میخوار آ کے پیتے ہیں

وصالِ باکمال:

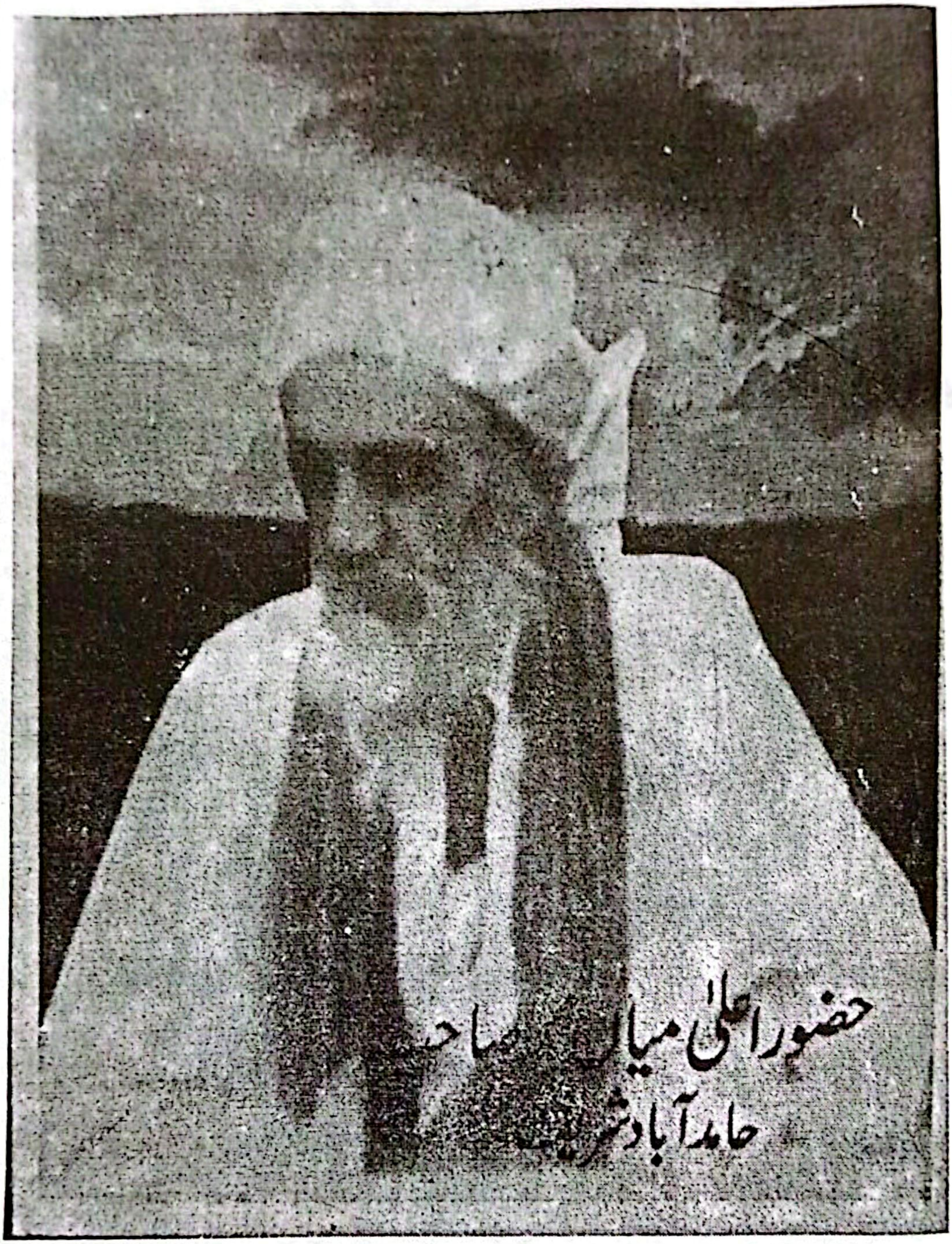
آپ علیہ الرحمہ کا وصال مبارک ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۹ء کو ذکر خدا کرتے کرتے ہوا۔ مزار پر انوار بسال شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں مرجع خاص وعام ہے آپ کے مزار فیض آثار کے ساتھ عظیم الشان خوبصورت جامع مسجد آپ کی یادگار ہے۔

خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کی طرح خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تمام عمر درس وتدریس اور مجاہدہ میں بسر کی اور تمام عمر مجرد گزاری شادی نہ کی ہوئی تھی۔ آپ کے تین بھتیجے تھے۔ جو آپ کہ تین بھائیوں کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت خواجہ میاں محمد علیہ الرحمہ آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ خواجہ میاں محمد ثانی علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ بزرگ تھے اور آپ نے درگاہ چشتیہ محمودیہ سلیمانیہ کا نظام بہت احسن طریقے سے چلایا آپ کا وصال ۷ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۱۹۶۷ء کو ہوا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود بخش صاحب دربار عالیہ بسال شریف کے سجادہ نشین ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ حامد آباد کنیال شریف



Hazrat Faqeer Mian Muhammad (R.A)

باب نمبر ۶

حضرت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ حامد آباد کنیال شریف

ولادتِ باسعادت:

خورشید ولایت، قاسم فیضانِ نبوت، تاجِ اولیاء، سراج الاصفیاء قبلہ فقیر میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸۹۰ء کے قریب تونسہ شریف کے علاقہ بارتھی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام نامی میاں محمد عمر علیہ الرحمہ تھا۔ بارتھی گاؤں تونسہ شریف سے ۳۱ کلومیٹر دور، بلوچستان کی طرف واقع ہے بارتھی کوہ سلیمان کے سنگلاخ پہاڑوں میں واقع ہے اور تخت سلیمان سے ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے حضرت قبلہ فقیر میاں محمد کے آباؤ اجداد نیک، صالح اور صاحب اسرار بزرگ تھے آپ کے دادا حضرت خواجہ حافظ نصیر الدین حضور اعلیٰ تونسوی خواجہ پیر پٹھان علیہ الرحمہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب میاں محمد عمر علیہ الرحمہ بھی ایک نیک بزرگ شخص تھے۔

تعلیم وتربیت وقیام:

آپ بچپن ہی سے یادِ خدا میں مست اور سرشار رہتے تھے۔ پیشانی میں نورِ ولایت چمکتا نظر آتا تھا۔ عام بچوں سے عادات مختلف رکھتے تھے۔ دنیاوی کسی شغل یا کھیل میں منہمک نہ ہوتے۔ دنیاوی معاملات سے بے پرواہ خوفِ خدا اور ذکر رسول اللہ ﷺ میں وقت گزارتے اور شریعت مطہرہ کے سختی سے پابند رہتے۔ تمام عمر خلافِ شریعت کوئی کام سرزد نہ ہونے دیا آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی آپ کے والد گرامی اور دادا جان تواتر سے تونسہ شریف کی درگاہ پر حاضری دیتے۔ آپ بھی بچپن سے ہی ان کے ساتھ تونسہ شریف حاضری دیتے رہے۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

حضرت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں تونسہ شریف علم حاصل کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔

آپ نے تونسہ شریف کے دارالعلوم سلیمانیہ میں داخلہ لیا اور علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت خواجہ موسیٰ تونسوی علیہ الرحمہ تونسہ شریف کے مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ کچھ عرصہ تک آپ تونسہ شریف میں ہی اکتساب فیض کرتے رہے تونسہ شریف میں آپ نے مختلف علوم وفنوں پر مہارت حاصل کر لی تھی۔ کچھ عرصہ بعد آپ بہاولپور علم وسلوک کی منازل طے کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں حضرت خواجہ حافظ موسیٰ تونسوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت خواجہ حامد تونسوی علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ اور صاحب علم وکرامت بزرگ تھے۔ جو بھی آپ کو دیکھتا وہ خدا پرست ہو کر رہ جاتا آپ کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے کچھ عرصے بعد حضرت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ واپس تونسہ شریف تشریف لے آئے اور دارلعلوم سلیمانیہ میں درس وتدریس کی خدمات شروع فرما دیں۔ آپ حضرت خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کو آپ سے کمال درجہ محبت تھی۔ آپ نے درگاہ چشتیہ سلیمانیہ میں اہم امور انجام دینے شروع کر دیئے اور دارالعلوم سلیمانیہ میں درس وتدریس کے علاوہ لنگر اور دربار شریف کے انتظامی امور کی ذمہ داری بھی آپ ہی کو سونپی گئی تھی۔ جسے آپ نے احسن طریقے سے سرانجام دیا۔

؎ یہ خواہش ہے کہ تمہیں خود سے زیادہ چاہوں میں رہوں نہ رہوں میری وفا یاد رہے

میراشریف اور بسال شریف میں آمد وقیام:

تونسہ شریف میں قائم دارالعلوم کے علم کی روشنی بلوچستان کے دوردراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ دارالعلوم سلیمانیہ میں ایک بڑی تعداد بلوچ طلباء کی بھی تھی۔ حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ اپنی عمر کے آخری ایام میں جب تونسہ شریف تشریف لے جاتے تو بلوچی طلباء سے ضرور ملتے۔ حضرت قبلہ فقیر میاں محمد بھی چونکہ بلوچ تھے۔ اس لئے خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ آپ سے کمال درجہ محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ ہی آپ کو تونسہ شریف سے میراشریف بطور معلم لے کر آئے تھے۔

؎ جو سیکھا ہے سب کو سکھاتے چلو دیئے سے دیئے کو جلاتے چلو

چنانچہ دونوں حضرات میں علم وعرفان کی محفلیں سجتیں حضرت خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ نظم، نحو، صرف فقہ اور حدیث پاک کے علوم کے ماہر تھے اور قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ فارسی واسلامی علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ دونوں کے علم تدریس کی بدولت میراشریف میں مقیم طلباء کرام استفادہ فرماتے رہتے۔

۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ نے جب ۱۹۱۷ء میں بسال شریف کے مقام پر سلسلہ ارشاد شروع فرمایا تو ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا۔ بسال شریف میں قائم اس مدرسہ میں پنجاب اور بلوچستان کے مختلف علاقوں سے طلباء بکثرت اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لئے داخلہ لیتے تھے۔ قبلہ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ اس مدرسہ میں خود بھی بطور معلم فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کی اوّلیں ترجیح وخواہش علم دین کی شمع کو فروزاں رکھنا ہے اور علوم قرآنیہ، نبویہ کی تعلیم وتدریس کا

عشق آرام نہیں کرنے دیتا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب طلباء کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تو خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو میرا شریف سے بسال شریف بطور معلم لے آئے یہ تقریباً ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔

اپنی تو وہ مثال تھے جیسے کوئی درخت　　　دنیا کو چھاؤں بخش کے خود دھوپ میں جلے

بسال شریف میں قیام:

بسال شریف کی درسگاہ میں جب بطور معلم قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے فرائض سرانجام دینے شروع کیے تو کچھ عرصہ بعد بانکاہ شاہ پشاور والے اور قبلہ پیر محمد شاہ ہمدانی بھی بسال شریف تشریف لائے۔ پیر محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمہ دندہ شاہ بلاول کے ایک سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ بسال شریف آمد اور خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ اور قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سے ملاقات کچھ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

دندہ شاہ بلاول میں ایک دن میرے ذہن میں خیال آیا کہ میرے پیر مرشد کا تو وصال ہو چکا ہے کیوں نہ میں کسی اور ولی اللہ سے بھی فیض حاصل کروں چنانچہ دندہ شاہ بلاول سے کسی اللہ والے سے فیض کی تلاش میں نکل پڑا موضع پیرانی کے پاس واقع ایک گاؤں دندی سریالی (جو کہ دریائے سواں کے پاس واقع ہے) میں رات کو ایک مجذوب نے مجھے سیدھا جانے کا اشارہ فرمایا چنانچہ میں وہاں سے چلتے چلتے سورگ گاؤں (جو کہ کھڑپہ سے آگے ملھوالی روڈ پر ہے) پہنچ گیا۔

اس وقت سورگ گاؤں میں ایک مجذوب گل محمد درویش علیہ الرحمہ (جن کا مزار سورگ گاؤں کے قبرستان میں ہے) رہتے تھے۔ میں نے گل محمد درویش علیہ الرحمہ سے کہا کہ اس طرح مجھے سیدھا جانے کا اشارہ ملا ہے تو اس درویش نے بھی مجھے سیدھا جانے کا اشارہ فرمایا۔

چنانچہ جب میں میانوالہ گاؤں پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ بسال شریف میں خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کا فیض عام ہے۔ لہٰذا میں چلتے چلتے بسال شریف پہنچ گیا۔ اس وقت میں لٹھے کی چادر اور کھلی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔ مسجد کے پاس خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ اور قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ درس دے رہے تھے۔ خواجہ امیر احمد بسالوی نے کسی سے پوچھا یہ صاحب کون ہے ۔ جواب ملا کہ دندہ شاہ بلاول کے سیدزادے ہیں۔ خواجہ صاحب فرمانے لگے ''واہ'' اور کتنا خوبصورت لباس پہنا ہے۔ شاہ جی سمجھ گئے کہ میرا لباس خواجہ صاحب کو پسند نہیں آیا۔ چنانچہ واپس آ گئے اور پھر سلسلہ چشتیہ والا لباس جو کہ نیلی تہہ بند سفید کرتا اور سبز چادر کندھے پر مشتمل ہوتا ہے بنوایا اور واپس بسال شریف پھر چلا گیا۔ خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ نے لباس دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اپنے مریدین میں شامل فرما کر باطنی نعمت سے مالا مال فرما دیا۔

؎ تھی جس کے مقدر میں گدائی تیرے در کی قدرت نے اسے راہ دکھائی تیرے در کی

؎ رویا ہوں میں اس شخص کے قدموں سے لپٹ کر جس نے بھی کوئی بات سنائی تیرے در کی

بسال شریف میں سید محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمہ کی آمد کے بعد قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو مدرسہ دربار عالیہ کے انتظامی امور بشمول لنگر کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی تھی۔ جسے آپ نے تونسہ شریف کی طرح احسن طریقے سے انجام دیا۔

خلافت، حامد آباد کنیال شریف آمد:

خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ نے اپنے وصال سے قبل اپنی خلافت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اور پیر محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمہ کو عطا فرمائی۔ پیر محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمہ کو تو خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں زمان آباد شریف میں آباد ہونے کا فرمایا تھا۔ بلکہ خواجہ بسالوی علیہ الرحمہ خود بھی زمان آباد شریف تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ساتھ قبلہ فقیر میاں محمد صاحب بھی

تشریف لائے تھے۔ پیر محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمہ کا وصال ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ آپ نے (۱۰۰) سو سال سے زائد عمر پائی۔ آپ کا مزار زمان آباد شریف میں میانوالہ تحصیل پنڈیگھیب ضلع اٹک میں مرجع خلائق ہے۔

۱۹۳۹ء خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اپنی زوجہ محترمہ اور دو طالب علموں کے ہمراہ خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے ارشاد کے مطابق بسال شریف سے ہجرت فرمائی۔ پہلا پڑاؤ فتح جنگ کے پاس کالا چٹا پہاڑ کے قریب ڈالا۔ وہاں پر ساری رات وظائف و عبادت میں مصروف رہے۔ صبح آپ نے فرمایا یہ وہ مقام نہیں جہاں پہ مجھے ٹھہرنے کا ارشارہ ہوا ہے۔ پھر آپ اپنی اہلیہ اور طلباء کے ساتھ قطبال کے قریب ایک اور مقام (جو اس وقت نیو ائیر پورٹ کا علاقہ ہے) پر قیام فرمایا۔ وہاں پر بھی وہ نشانیاں نہ ملیں جن کا اشارہ سرکار بسالوی علیہ الرحمہ نے دیا تھا۔ بالآخر آپ نے قطبال کے ساتھ واقع گاؤں کنیال کے قریب ایک سنسان جگہ پر ڈیرہ لگایا یہی وہ جگہ ہے جہاں پر آج سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ کی در گاہ دربار عالیہ حامد آباد شریف واقع ہے۔

آپ کی آمد کی نشانیاں اہلِ علاقہ کو پہلے ہی سے وصول ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ کنیال گاؤں کی ایک نیک بخت خاتون نامی عورت نے ایک رات نماز تہجد کے وقت دیکھا آسمان سے روشنی کا اک ستارہ کنیال گاؤں سے آگے جنگل میں اترا۔ نیک بخت خاتون نامی عورت نے اس بات کا تذکرہ گاؤں میں موجود مسجد کے امام صاحب کے سامنے کیا تو امام صاحب
نے فرمایا (بی بی) مبارک ہو بہت جلد ہمارے ہاں ایک ولی اللہ کا آستانہ قائم ہونے والا ہے۔

مسجد اور مدرسہ کا قیام:

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو دین کے کاموں سے بڑی لگن اور محبت تھی۔ حامد آباد شریف میں کچھ

دن قیام کے بعد قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے مسجد کی ضرورت محسوس فرمائی تو آپ نے مسجد کی تعمیر شروع فرمادی۔

؎ انیس راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں

کہ جن راہوں سے گزرا ہوں وہ اب تک یاد کرتی ہیں

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے جس مسجد کی تعمیر کا آغاز فرمایا تھا وہ اپنے رقبے (جگہ) کے لحاظ سے کافی بڑی تھی۔ سارے لوگوں کو مسجد کے چھت کے بارے میں فکر لاحق ہوگئی کہ مسجد کا چھت کیسے مکمل ہوگا اور اس کام کو کیسے پورا کیا جائے گا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اس علاقے میں جو ملک صاحب رہتے ہیں ان سے درخواست کی جائے تاکہ وہ مسجد کے چھت کے لئے لکڑ وغیرہ دے دیں۔ یہ سن کر قبلہ فقیر محمد علیہ الرحمہ نے جلال میں آکر فرمایا یہ گھر میرے اللہ تعالیٰ کا ہے وہ خود ہی اِس کا خیال رکھے گا پریشان ہونے کوئی ضرورت نہیں۔ میں کسی وڈیرے سے درخواست نہیں کرتا۔

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حُسن نے جانا ہے   ہم خاکِ نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

کچھ دنوں کے بعد حویلیاں (ایبٹ آباد) میں ایک نیک صفت درویش حاجی کمال خان علیہ الرحمہ جو کہ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے مرید تھے کو خواب میں خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ نے اشارہ فرمایا کہ قطبال کے قریب میاں محمد نامی ایک فقیر مسجد تعمیر کروا رہا ہے اس کی لمبائی اور چوڑائی یہ ہے اُٹھو! اور اس مسجد کے لئے چھت کا انتظام کرو۔ حاجی کمال خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب کو وہم سمجھا اور دوبارہ سو گیا۔ دوسری دفعہ مجھے خواب میں خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ نے پھر یہی اشارہ فرمایا۔ حاجی صاحب کہنے لگے میں نے سوچا کہ مجھے کیا خبر کہ کونسا فقیر مسجد بنوا رہا ہے اور قطبال کہاں واقع ہے۔ تیسری دفعہ پھر خواب میں سرکار خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ اور قبلہ

نقیر میاں محمد علیہ الرحمہ گھوڑے پر سوار نظر آئے تو خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ نے فرمایا حاجی صاحب یہ وہ شخص ہے جو مسجد بنوا رہا ہے اور قطبال فتح جنگ کے قریب واقع ہے۔ چنانچہ حاجی کمال خان صاحب (جن کا لکڑ کا اپنا ٹال تھا) لکڑی کا چھت تیار کر کے بذریعہ مال گاڑی قطبال اور قطبال سے حامد آباد شریف پہنچایا۔ بعد میں حاجی کمال صاحب کے دیرینہ مراسم قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سے قائم ہو گئے اور صاحبزادہ لطف اللہ صاحب کی شادی بھی حاجی کمال خان صاحب کے خاندان سے ہوئی۔ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کے بعد قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اپنی اولاد کو بھی حامد آباد کنیال شریف لے آئے اور آپ نے اپنے رہنے کے لئے بھی ایک مکان تعمیر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو اپنی اولاد اور دینی طلباء کی تربیت کرنے میں بڑی شفقت اور مہربانی عنایت فرمائی تھی۔ کند ذہن اور بے ہمت لوگ بھی آپ کی خصوصی توجہ سے معرفت کی بلندیوں تک پہنچ جاتے اور ہر ایک درویش طالبعلم کی ہدایت میں یوں محنت فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ طلباء کی بڑی قدر کرتے اور انہیں اپنی اولاد اور جان کی طرح عزیز جانتے تھے۔

قبلہ فقیر میاں محمد صاحب کی اپنے شیخ سے عقیدت ومحبت:

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ آپ قبلہ خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے مرید خاص تھے۔ آپ اپنے مرشد کریم کے دور میں تونسہ شریف مقیم رہے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت و احترام تھا چنانچہ آپ نے درگاہ کا نام بھی اپنے شیخ کامل کے نام سے موسوم فرمایا۔ آپ اپنے مرشد کریم کے سچے اور نیاز مند مرید ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فرزند ارجمند قبلہ محمد قاسم علیہ الرحمہ کو بھی اپنے شیخ کامل خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے لختِ جگر نورِ نظر قبلہ خواجہ حافظ

سدید الدین تونسوی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔

؎ چھوڑ دی ہم نے کشتی تیرے نام پر   اب کنارے لگانا تیرا کام ہے

خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی علیہ الرحمہ کی ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۱۰ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۶۱ء کو اس دارِ فانی سے عالمِ بقا میں واصلِ بحق ہوئے۔

حضرت خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی خواجہ غلام زکریا علیہ الرحمہ تھے۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ جب تونسہ شریف میں لنگرِ انتظامیہ کے انچارج تھے تو اس وقت خواجہ غلام زکریا علیہ الرحمہ بہت چھوٹی عمر میں تھے۔

خواجہ غلام زکریا علیہ الرحمہ نے صاحبزادگی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے قبلہ فقیر میاں محمد سے زیادہ لنگر لینے کو کہا جس پر قبلہ خواجہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے انکار کر دیا۔ خواجہ غلام زکریا علیہ الرحمہ کم عمری کے باعث آپ کو تھپڑ مار گئے۔ جس پر قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک تھپڑ دوسری طرف بھی مار لیں لیکن آپ کو حصہ برابر ملے گا۔ سبحان اللہ

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے انصاف کی داد کہ اپنے مرشد کریم کے بھائی سے تھپڑ تو کھا لیا مگر نا انصافی نہیں کی۔

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے وصالِ باکمال کے بعد ۱۹۷۰ء کے قریب خواجہ غلام زکریا تونسوی علیہ الرحمہ حامد آباد شریف تشریف لائے قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ اور باقی مریدین کے ساتھ دربار شریف میں تشریف لے گئے تو کہنے لگے فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ آج میں آپ کی اولاد پاک اور مریدین کے سامنے آپ سے اس تھپڑ کی معافی مانگتا ہوں جو میں نے بچپن کے عالم میں آپ کو مارا تھا۔ یہ مکمل واقع قبلہ خواجہ غلام زکریا صاحب کی اپنی زبانی سُنا گیا۔

خواجہ میاں حامد تونسوی علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے لختِ جگر قبلہ خواجہ حافظ محمد یوسف سلیمانی علیہ الرحمہ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۴ء کو ہوئی اور ۱۹۸۶ء کو اس جہانِ فانی سے پردہ فرما کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ قبلہ حافظ پیر محمد قاسم علیہ الرحمہ بھی اپنے والد محترم کی طرح اپنے شیخ کی ذات کی جلوت وخلوت کے جلوؤں میں گم ہو کر اپنے دونوں صاحبزادوں کو قبلہ خواجہ حافظ محمد یوسف سلیمانی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ میں ہی شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا قبلہ صاحبزادہ محمد یوسف صاحب اور قبلہ صاحبزادہ لطف اللہ صاحب آستانہ عالیہ حامد آباد کنیال شریف آپ حضور قبلہ حافظ محمد یوسف سلیمانی کے مخلص مریدین وفیض یافتگان میں سے ہیں۔

بیدم میری قسمت میں سجدے ہیں اسی در کے
چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا سنگِ درِ جاناناں

میرا شریف کا سفر:

حضرت قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ ہر سال عُرسِ مبارک پر میرا شریف اور بسال شریف کا سفر اختیار فرماتے تھے۔ دورانِ سفر آپ کے مریدین اور طلباء بھی آپ کے ساتھ ہوتے۔ آپ دورانِ سفر اپنے عقیدت مندوں اور طلباء کے ساتھ علم وعرفان کی محفلیں سجاتے۔ آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہو جاتا جو اور طریقوں میں بہت سے چلوں اور شاقہ ریاضت وغیرہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتا تھا۔

میرا شریف کے سفر میں آپ کا قیام کھڑپہ گاؤں کی ڈھوک قاضیاں میں (اماں نوراں) نامی بوڑھی خاتون کے گھر ہوتا جو اپنے بیمار بیٹے کی شفایابی کے لئے آپ سے دعا کی درخواست

کرتی۔ ڈھوک لاہم میں آپ کا قیام بابا حیات محمد کے گھر ہوتا۔ حاجی نور محمد صاحب قاسم آباد والے جن کو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سے بہت زیادہ قربت نصیب تھی حاجی صاحب کے بڑے بھائی بہادر خان صاحب بھی قبلہ فقیر میاں محمد صاحب کے بڑے پیارے عقیدت مند تھے۔ حاجی نور محمد صاحب 1921ء کو پیدا ہوئے اور 1939ء کو آئل کمپنی میں ملازم ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بلکسر سے اپنے گاؤں چھٹیاں گزارنے کے لئے آیا ہوا تھا کہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ میرا شریف سے واپسی پر ڈھوک میال میں قیام ہوا۔ بہادر خان صاحب جو کہ (حاجی نور محمد صاحب) کے بڑے بھائی ہیں کو پتا چلا کہ شہنشاہ کنیال سرکار حامد آباد شریف ہمارے گاؤں میں تشریف لائے ہوئے ہیں تو میں چاہتا ہوں شہنشاہ کنیال ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ تو بہادر خان صاحب نے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو کھانے کی دعوت پیش کی تو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے منع فرمایا۔ بہادر خان صاحب نے یہ سمجھا کہ شاید میری غربت کی وجہ سے آپ میری دعوت کو قبول نہیں فرما رہے کہ میں دال نہ پکواؤں حضور ہم غریب ہیں مگر ہماری دلی تمنا ہے پوری فرمادیں اور مجھ غریب کا بھرم رہ جائے۔

؎ خدا کرے وہ کسی روز میرے گھر آئیں

خدا کے گھر میں جلاؤں گا میں بھی چراغ

یہ سن کر قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اب میں دعوت ضرور قبول کروں گا لیکن اس شرط پر کہ آپ نے دال ہی پکانی ہے چنانچہ بہادر خان صاحب نے حاجی نور محمد صاحب کو آٹھ (۸) دس (۱۰) آدمیوں کے کھانے کا اہتمام کرنے کو کہا تو انہوں نے کھانا تیار کروایا اور کمرے میں ایک چارپائی لگوادی کہنے لگے مجھے کسی نے اطلاع دی کہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ تو فرش پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ہیں جو کہ سنت طریقہ ہے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کیوں نہیں

تناول فرماتے ۔ تھوڑی دیر بعد جب قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ تشریف لائے تو کم و بیش ۶۰ عقیدت مند مریدین و معتقدین بھی آپ کے ہمراہ تشریف لائے تو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے مجھے سینے سے لگایا گلے ملے اور قاضی محمد جان سے پوچھا کہ یہ چارپائی کیوں بچھائی انہوں نے عرض کی کہ سرکار یہ حاجی نور محمد ہی کہہ رہا تھا کہ چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں کیا حرج ؟ آپ نے چارپائی پر بیٹھ کر دعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ نیچے فرش پر بیٹھ کر کھانا کھانا سُنت ہے۔

بہر حال قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سمجھ گئے کہ کھانا تھوڑا ہے اور کھانیوالے زیادہ ہیں میرا مرید پریشان ہے۔آپ نے اپنی سبز چادر روٹیوں کے اوپر ڈال دی اور دال کے ساتھ روٹی تناول فرمانے لگے۔ باقی لوگوں نے بھی ساتھ ساتھ کھانا شروع کر دیا جب سارے لوگ کھانے کے بعد فارغ ہو گئے ۔روٹیوں سے آپ نے اپنی چادر مبارک اُٹھائی۔ ہر شخص نے سیر ہو کر کھانا کھالیا تھا مگر روٹیاں پھر بھی بچ گئیں۔

اس کے بعد آپ نے آرام فرمایا۔ جب نمازِ ظہر کے لئے اُٹھے تو پوچھا کہ مسجد کہاں پہ ہے۔ ہم نے عرض کی ۔ادھر قریب مسجد کوئی نہیں ہے۔ مسجد تو دوسرے گاؤں میں ہے۔ پھر آپ نے گاؤں سے باہر کھلے آسمان تلے کھیت میں با جماعت نماز ادا فرمانے کا اہتمام فرمایا اور خود امام بنے اور اسی جگہ پر مسجد بنانے کا حکم فرمایا اور اپنی طرف سے اہلِ محلہ، علاقہ والوں کی مالی معاونت بھی فرمائی ۔اس کے بعد مسجد کا تعمیراتی کام شروع ہو گیا اور ایک سال کے دورانیہ میں الحمدللہ العظیم مسجد ایک مقام پر پہنچ گئی تھی ۔ پھر اگلے سال میرا شریف سے واپسی پر آپ نے اسی مسجد کا افتتاح بھی فرمایا تھا۔آپ نے ایسا کام کر دکھایا کہ اہلِ علاقہ حیران رہ گئے۔

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو مساجد کے ساتھ گہری وابستگی تھی ۔ مسجدیں تعمیر کرانا، آباد کرنا، مساجد کو دیکھنا، جا کر نماز ادا کرنا، مسجد سے متعلق کاموں کو سرانجام دینا اور ہر طرح سے مساجد کا حق ادا

کرنا یہ آپ ہی کا شیوہ تھا۔ آپ نہ صرف نماز با جماعت ادا کرنے مسجد میں آتے تھے بلکہ قیمتی وقت کا اچھا خاصہ حصہ مسجد میں گزارتے تھے۔

ربِ کریم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"انما یعمر مسٰجد اللہ من امن باللہ و الیوم الاخر"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں۔

نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں مسجدوں کو آباد کرنے والے دیکھ بھال کرنے والے ان کا انتظام کرنے والے۔

ایسے ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اپنے ایمان میں پختہ ہوں۔ خود پکے نمازی ہوں اپنا مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنیوالے ہوں۔

ان کی زندگیاں بے داغ ہوں۔ امانت و دیانت کی صفات سے متصف ہوں اُنکی کمائی حلال کی ہو۔ اللہ کریم کا خوف رکھتے ہوں۔ یقیناً ایسے ہی لوگ مسجدیں آباد کر سکتے ہیں۔

"عن عثمان قال قال رسول اللہ من بنی للہ مسجداً بنی للہ لہ بیتاً فی الجنتہ"

ترجمہ: "سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے (ان کی خوشنودی کے لئے) مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں شاندار گھر تعمیر فرمائے گا۔"

اس کے علاوہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نلہڈ کی ایک مسجد میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بہت زیادہ بارش ہوئی تو آپ نے اس مسجد کے کچے فرش پر نماز ادا فرمائی اور مسجد کے فرش کے پختہ ہونے کی دعا فرمائی۔ آج وہ پیاری مسجد آپ کی عظیم یادگار ہے

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ بکھری ہوئی چمن میں میری داستان ہے

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا اخلاص گاؤں کا ایمان افروز واقعہ:

حاجی نور محمد صاحب فرماتے ہیں کہ تقریباً ۱۹۶۰ء کے قریب ایک مرتبہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ جب میرا شریف تشریف لائے تو ایک رات نکہ گاؤں (جو کھڑپہ کے ساتھ واقع ہے) میں قیام فرمایا اور اگلا قیام اخلاص میں تھا۔ جہاں پر آپ حاجی غلام جیلانی صاحب کی دعوت پر جا رہے تھے۔ اخلاص میں آپ کا قیام پانچ دن کا تھا۔ چنانچہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پانچ دن تم نے میرے ساتھ گزارنے ہیں۔ میں اس وقت اٹک آئل کمپنی کی ڈھلیاں فیلڈ میں تعینات تھا میں نے عرض کی سرکار دن کو اپنی ڈیوٹی کیا کروں گا اور رات کو آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گا اور نکہ گاؤں سے اخلاص جانے کے لئے گھوڑی کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ نکہ گاؤں میں ایک بزرگ کے پاس بڑی اڑیل گھوڑی موجود تھی۔ جو سوار کو گرا دیتی تھی وہی میسر آئی چنانچہ آپ اس گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ دو آدمیوں نے گھوڑی کو پکڑا۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ ہر میدان کے مرد تھے (مردِ میدان تھے) فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ وہ گھوڑی جو اس سے قبل ہر سوار کو گرا دیتی تھی۔ اس ڈر کی وجہ سے کوئی سواری نہیں کرتا تھا۔ جب اسے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ جیسا شہسوار ملا وہ سر جھکائے نکہ گاؤں سے اخلاص پہنچ گئی۔

اخلاص میں آپ نے سب سے پہلے بابا جی قاضی صاحب کے مزار پر حاضری دی اور کچھ دیر ذکر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ قاضی غلام جیلانی کے گھر جو محلہ الکوثر میں واقع ہے وہاں تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں میرا یہ معمول تھا کہ دن کو اپنی ڈیوٹی پر ڈھلیاں جاتا اور شام کو واپس اخلاص میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا۔

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ جس گھر میں قیام پذیر تھے وہ گھر حاجی غلام جیلانی کے گھر کے سامنے تھا۔ وہاں پر دو (۲) کمرے تھے ایک کمرے میں قبلہ فقیر محمد علیہ الرحمہ آرام فرما ہوتے جبکہ رات کو

دوسرے کمرے میں آرام کرتا تھا میری یہ ڈیوٹی ہوتی کہ رات کو جب قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نماز تہجد کے لئے اُٹھتے تو میں پانی لا کر دیتا۔ وضو کراتا اور پھر چائے بنا کر لاتا چنانچہ چار دن لگاتار یہی کام کرتا رہا۔ پانچویں دن میں نے عرض کی قبلہ بہت تھک گیا ہوں اگر اجازت ہو تو آج قاضی عبدالخالق صاحب (جو کہ قاضی غلام جیلانی صاحب کے بیٹے تھے) رات کو وہ خدمت سر انجام دیں۔ جس پر قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حاجی نور محمد بس آج کی رات کی بات ہے تم ہی ٹھہر جاؤ۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں میں رُک گیا۔ رات کو میں سویا میری قسمت جاگی۔ رات کے کسی پہر میری آنکھ کھلی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے کمرہ سے تیز روشنی نظر آ رہی ہے۔ آپ کے کمرے سے نور کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اخلاص میں بجلی بھی نہیں آئی تھی۔ میں حیران و ششدر رہ گیا کہ یہ کہاں سے روشنی آ رہی ہے چنانچہ جب میں آپ کے کمرے کے قریب گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے جسمِ اطہر کے اعضا بکھرے پڑے ہیں اور جسم کے ہر عضو سے اللہ اللہ کی آوازیں آ رہی ہیں جس پر میں اور پریشان ہوا اور سوچنے لگ گیا۔ اے میرے اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ چنانچہ اس سوچ و بیچار اور کشمکش میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دل میں پھر خیال آیا۔ پھر دوبارہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ شہنشاہ کنیال کے کمرے کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کے قبلہ فقیر محمد علیہ الرحمہ فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی چارپائی پر ایک محترم شخصیت جلوہ افروز ہے اور قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اس ہستی کے قدموں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور نور کی کرنیں اس مردِ کامل کی پیشانی سے پھوٹ رہی ہیں۔

نہ جانے اس وقت میرے دل میں کیا خیال آیا کہ میں جلدی سے اندر گیا اور اس مقدس ہستی کے ہاتھوں کا بوسہ لیا دست بوسی کی اور پھر جلدی سے واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور سوچنے لگ گیا

کہ اے میرے اللہ یہ کیا بات ہے۔ یہ کوئی خواب ہے یا حقیقت؟ تھوڑی دیر بعد مجھے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی آواز آئی کہ نور محمد آ جاؤ۔ وضو کے لئے پانی لاؤ تا کہ میں وضو کر کے نماز پڑھوں (چنانچہ میں وضو بھی کرواتا رہا اور ساتھ روتا بھی رہا دل کہتا تھا کہ پوچھوں کہ یہ کیا واقعہ رونما ہوا تو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے اپنی انگلیاں میرے ہونٹوں پر رکھ دیں اور کسی کو کچھ نہ بتانے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ وقت آنے پر سب کو پتا چل جائے گا۔ میں نے عرض کی سرکار میں بہت کمزور سا انسان ہوں۔ میرے سینے میں یہ بات کیسے چھپ سکتی ہے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمت دے گا چنانچہ میں نے یہ بات دل میں چھپائے رکھی۔

کچھ عرصہ بعد ۱۹۶۱ء میں قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کے چالیسویں پر ایک صاحب جو آپ کے آبائی وطن سے تشریف لائے تھے اور آپ کی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات جمع کر رہے تھے۔ قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ چونکہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے بہت نزدیک رہے ہو۔ اس لئے آپ اس صاحب کو کچھ معلومات دیں۔ جس پر میں رونے لگا اور عرض کی کہ قبلہ مجھے تو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے منع فرمایا تھا۔ جس پر قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اس بات کی اجازت ابھی۔ لے لیتے ہیں۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا یہ معمول تھا کہ جس بات کا فیصلہ نہیں ہو پاتا آپ قرعہ ڈالا کرتے تھے۔

چنانچہ تین (۳) پرچیاں لکھیں گئیں ایک پر اجازت ہے۔ دوسری پر لکھا کہ اجازت نہیں اور تیسری پر لکھا کہ بعد میں لکھ کر دربار شریف میں تشریف لے گئے۔ قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے قرآنِ پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور ایک بچے سے ایک پرچی نکلوائی جب پرچی کو کھولا گیا تو لکھا ہوا تھا اجازت ہے۔

یعنی قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی طرف سے بتانے کی اجازت مل گئی چنانچہ میں نے اخلاص والا سارا واقعہ سنا دیا اور عرض کی کہ اب آپ بتائیں کہ وہ شخصیت کون تھی جو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے روبرو چارپائی پر تشریف فرما تھی تو قبلہ پیر حافظ محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ آپ بتائیں آپ کے خیال میں وہ شخصیت کون تھی۔ میں نے عرض کی میرے خیال میں شاہ سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمہ یا خواجہ خضر علیہ السلام یا نبی مکرم ﷺ کی ذات مبارکہ تھی۔ چنانچہ پھر قرعہ ڈالا گیا پھر تین پرچیاں لکھی گئیں پھر قرآنِ پاک کی کچھ آیات تلاوت کی گئیں۔ پہلے کی طرح ایک بچے کو بلوا کر جب پرچی نکالی گئی تو اس پر آمنہ کے لعل اُمت کے غم خوار لجپال نبی ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی موجود تھا۔

؎ اگر ہو جذبہ کامل تو اکثر ہم نے دیکھا ہے

وہ خود نزدیک آجاتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

اس واقعہ کے بعد قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے مجھے گلے لگایا حاجی نور محمد صاحب کے بتائے گئے اس واقعہ سے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے مرتبے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنی عظیم ہستی تھے۔ آپ کے دل میں عشقِ محمدی کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ الغرض کہ آپ نے تمام عمر عشقِ محمدی ﷺ میں ایک درویش کی طرح گزار دی۔ آپ اپنے شیخ کامل کے سچے مرید ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مرشدِ کامل کی مکمل تصویر بھی تھے۔ اس لئے آپ کو فنافی الشیخ کا مقام حاصل ہے۔ جو مرید اپنے شیخ کی ذات کی جلوت و خلوت کے جلوؤں میں گم ہو جائے تو اس کو فنافی الشیخ کہا جاتا ہے پھر وہی انسان فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے مقام پر فائز سمجھا جاتا ہے۔

؎ شاہوں کو بھی وہ اوج نہیں مل سکتا　　جس اوج کے مالک ہیں غلامانِ محمد

حقیقت میں آپ نے اپنے شیخ کی ذات میں گم ہو کر کائناتِ ارضی و سماوی کی بسیط فضاؤں میں

پرواز فرمائی کہ رہتی دنیا تک طریقت کے نورانی جھنڈے زمین کی فضاؤں اور آسمانوں کی بلندیوں میں لہراتے رہیں گے۔ خداوندِ قدوس آپ کے سلسلہ عالیہ کو مزید کامرانیوں سے نوازے۔ آمین

؎ رہے آستان سلامت رہے برقرار شاہی

کھوڑ کمپنی کا مشہور واقعہ:

ایک دفعہ کھوڑ کمپنی میں ایک شخص نے شہنشاہ کنیال تاجدار حامد آباد قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں دعوت پیش کی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی حاجی نور محمد صاحب اور قاضی احمد دین صاحب (اخلاص والے) وہ بھی آپ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ملک فتح خان نامی ایک شخص کھوڑ کمپنی میں ملازم تھا۔ بڑی تند طبیعت اور بدمزاج انسان تھا۔ آپ جس راستے سے اس صاحب کے گھر دعوت پر تشریف لے جارہے تھے اسی راستے میں ملک فتح خان کا گھر تھا۔ گلی سے کچھ عورتیں پانی بھرنے جارہی تھیں جب قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا سامنا ان عورتوں سے ہوا تو آپ حیادار انسان تھے۔ حیا کی وجہ سے نظریں جھکا کر چادر مبارک سے پردہ بنالیا اور عورتوں کے پاس سے گزر گئے۔ جب یہ منظر ملک فتح خان نے دیکھا تو خاموش نہ رہ سکا۔ کہنے لگا یہ کیسا مرد ہے جو عورتوں سے پردہ کرتا ہے۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے اس کی بات سنی ضرور مگر کان نہ دھرے مڑ کے پیچھے نہ دیکھا۔ درگزر فرمادیا۔ اس شخص کی دعوت کھانے کے بعد آپ کا قیام کھوڑ کی ایک مسجد میں تھا۔ وہیں مسجد میں ہی آپ نے رات کو قیام فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ مقام بھی مسجد ہی ہے۔

اور سرکار کل عالم ﷺ کا فرمان ذیشان بھی ہے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

"عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ احب البقاع الی اللہ مساجد ھا وابغض

البقاء الی الله اسوا قھا" (صحیح مسلم)

ترجمہ": حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (شہروں اور بستیوں میں) اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب جگہیں مساجد ہی ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔"

مسجد دراصل مسلمانوں کی انفرادی، اجتماعی زندگی کا ایسا مرکز ومحور ہے جہاں سے ان کے تمام مذہبی، اخلاقی، تعلیمی وتمدنی، ثقافتی وتہذیبی اور اجتماعی امور کی راہنمائی ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔ مومن کا جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی اس کا تعلق مسجد سے بڑھتا جائے گا۔

؎ ذوق والے مسجد میں نظارہ کرتے ہیں سیاہ بخت سجدے سے کنارہ کرتے ہیں

حاجی نور محمد صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو جب ہم اللہ کے حضور ذکر میں مصروف تھے تو ملک فتح خان آ کر قبلہ فقیر میاں محمد صاحب کے قدموں میں گر گیا اور رو رو کر معافی مانگنے لگ گیا۔

؎ تیری اک نگاہ کے صدقے میری ساری زندگانی
تو اگر قبول کر لے تو ہے تیری مہربانی

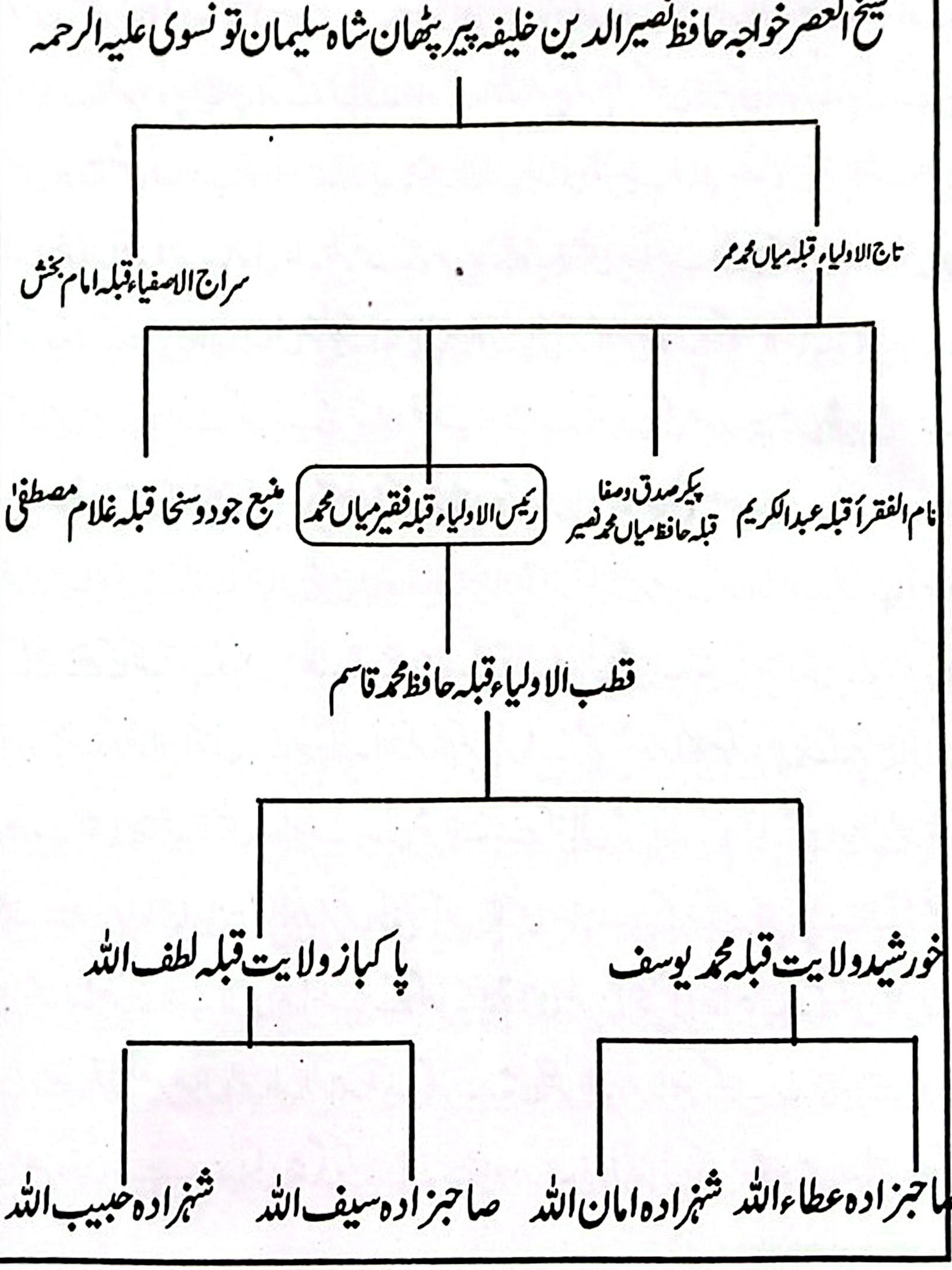
؎ ساغر چھوا بھی ہو تو میرے ہاتھ ٹوٹ جائیں ناصح میں کیا کروں وہ نظر سے پلا گئے

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ صحیح معنوں میں اللہ کے ولی تھے۔ آپ نے اپنی ایک نگاہ سے ملک فتح خان کی زندگی بدل دی۔ کیونکہ

؎ مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

پھر ملک فتح خان آپ کا عقیدت منداور غلام ہو گیا۔ اس واقع کے بعد پوری اٹک آئل کمپنی میں تاجدار حامد آباد شریف شہنشاہ کنیال قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی ولایت کے ڈنکے بجنے لگ گئے اور آپ کی شہرت کا چرچا ہونے لگا کہ وہ درویش وہ مرد قلندر بہت ہی کشف وکرامت بزرگ ہے

تاجدارِ حامد آباد شریف
حضرت قبلہ فقیر میاں محمد ﷫ کا سلسلۂ نسب، اولادِ پاک



جس نے ملک فتح خان جیسے شرابی بندے کے مزاج وطبیعت کو بدل ڈالا۔

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

پتھر برسنا بند ہو گئے:

بزبانی حاجی غلام سرور صاحب گولڑہ شریف (لارنسپور اٹک) آپ کے گاؤں میں قاضی خاندان میں سے ایک قاضی صاحب کے گھر اچانک پتھروں کی بارش ہوگئی۔ گھر کے سارے افراد بڑے افسردہ پریشان ہو گئے کہ اے ہمارے اللہ ہم پر کرم کر، کس جرم کی ہم نے پائی ہے سزا یاد نہیں. اور قاضی صاحب خود آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ بسال شریف خواجہ خواجگان فخر چشت اہلِ بہشت خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ قاضی صاحب اپنے گاؤں سے چل کر مرشد کریم کے دربار عالیہ بسال شریف میں پہنچے اور لجپال کریم مرشد سے گھر کا سارا ماجرا بیان کر دیا کہ اس طرح ہمارے گھر رب کا قہر اور غضب و عذاب پتھروں کی صورت میں شروع ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ خالقِ کون و مکاں مالک زمین و آسماں اس ناگہانی مصیبت سے نجات دے تو خواجہ بسالوی نے فرمایا کنیال شریف جاؤ اور استاد جی (قبلہ فقیر میاں محمد صاحب کو آپ اُستاد جی کہتے تھے کیونکہ آپ وہاں پڑھاتے تھے اس لیے آپ بسال شریف میں اُستاد جی کے نام سے مشہور تھے) کو ملو اور انہیں لے کر جاؤ۔ اللہ کریم کرم فرمائے گا وہ تمہارا کام کر دیں گے پریشانی کی ضرورت نہیں چنانچہ قاضی صاحب بسال شریف سے کنیال شریف پہنچے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سے سارا ماجرا بیان کیا اور عرض کی تو آپ قاضی صاحب کے ساتھ چل پڑے۔ قبلہ فقیر میاں محمد صاحب جب قاضی صاحب کے گھر پہنچے تو اسی طرح قاضی صاحب کے گھر پتھر برس رہے تھے۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ ایک کمرے میں تشریف فرما ہو گئے۔ ساری رات یادِ خدا میں مصروف رہے۔ رب کی بندگی کرتے رہے اور رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر

دعا و التجا بھی کرتے رہے۔اس طرح رب کریم نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوزا۔ آپ کی دعا کے توسل سے پتھروں کا برسنا بند ہوا۔آپ نے وہاں پر بطور صدقہ ایک بکرا ذبح فرما کر غرباء و فقرأ میں تقسیم فرما دیا۔پھر آپ نے زبانِ ولایت سے فرمایا کہ مجھے حضرت علیہ الرحمہ نے بہت بڑے امتحان میں ڈالا ۔شکر ہے اس ربِ کائنات کا کرم اور جانِ کائنات کی نگاہِ جانفزا اور قبلہ خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کی نگاہِ فیض بار اور لطفِ عمیم کا کہ یہ مسئلہ حل ہوا ہے۔

ہر مشکل دی کنجی یار و ہتھ مرداں دے آئی ۔۔۔ ولی نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

اور اس واقعہ کے بعد گولڑہ گاؤں کے زیادہ تر لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔

قبلہ فقیر میاں محمد صاحب کی ذاتِ گرامی:

آپ کی ذاتِ گرامی عشقِ نبی ﷺ سے سرشار تھی ۔انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ نمازِ تہجد بھی کبھی قضا نہ ہونے دی۔شریعت و طریقت کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے تھے اور اپنے پاس آنیوالوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہو۔نے کی تلقین بھی فرماتے ۔مریدین، متوسلین، معتقدین آپ سے ملتے وقت اخلاق محمدی کا مکمل نظارہ فرماتے تھے۔کبھی کسی کا دل نہ دکھایا اور نہ ہی کسی پر بوجھ بنے۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزاری ۔۔۔ کہ اپنا آشیانہ کہیں شاخ گل پہ بار نہ ہو

زندگی بھر کبھی بھی اسلام اور اہلِ اسلام پر حرف نہ آنے دیا۔آپ خلقِ محمدی کا عملی نمونہ تھے۔شاید خدا کو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا خلوص اتنا پسند آیا کہ انہیں قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ جیسا شہزادہ فرزند عطا فرمایا۔جن کی بزرگی اور شان فقر و استغفاء کا ڈنکا چار دانگ عالم میں آج تک بج رہا ہے۔قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے ہزاروں گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت سے ہمکنار فرمایا۔ بدنصیبوں کو سکون و طمانیت کی دولت سے نوازا۔مخلوقِ خدا کی خدمت اپنا شعار بنائے رکھا۔

انکے در سے کوئی خالی جائے ہوسکتا نہیں　　　جنکے دروازے کھلے ہیں ہر گدا کے واسطے

دُنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت کبھی بھی آپ کے دل پر اثر انداز نہ ہوسکی دوسری طرف ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کا انسان بھی کبھی آپ کی شفقت سے محروم نہ رہ سکا۔

اہلِ اٹک اس لحاظ سے بہت بلند بخت اور خوش نصیب ہیں کہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ کے مشہور بزرگ ان کے علاقے میں جلوہ افروز ہیں جن میں حضور خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ میرا شریف خواجہ احمد خان چشتی میروی علیہ الرحمہ میرا شریف خواجہ فقیر عبداللہ میروی علیہ الرحمہ میرا شریف خواجہ محمد علی مکھڈوی چشتی علیہ الرحمہ مکھڈ شریف ، خواجہ غلام محی الدین مکھڈوی علیہ الرحمہ ، مکھڈ شریف ، خواجہ سید محمد فاضل شاہ علیہ الرحمہ حسن ابدال ، خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ بسال شریف ، قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ حامد آباد شریف کنیال فتح جنگ ، قبلہ حافظ پیر محمد قاسم علیہ الرحمہ حامد آباد شریف کنیال فتح جنگ ۔ ان تمام درگاہوں سے اہلِ علاقہ نے خوب استفادہ کیا۔

ان تمام بزرگانِ دین نے تادمِ آخر اپنے اپنے اسلاف کی جلائی ہوئی شمعیں روشن کیے رکھیں اور اسلاف کے طریقہ پر سختی سے کاربند رہے اور اپنے اسلاف کی روایات پر عمل پیرا ہوکر اپنے مشن پر کامیابی کے ساتھ گامزن رہے ہیں۔

جیو تو ایسے جیو کہ ہر فرد احترام کرے　　　مرو تو ایسے مرو کہ دشمن بھی سلام کرے

ان مقدس درگاہوں کی حسین وجمیل فضائیں نزہت ذہن اور فرحتِ قلب پیدا کرتی ہیں ۔ خداوندِ قدوس ان درگاہوں کو مزید کامرانیوں سے نوازے اور ہماری آنے والی نسلیں بھی فیض یاب ہوتی رہیں اللہ جل جلالہ ان تمام درگاہوں کے فیضان کو تا قیامت آباد رکھے اور سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کی یوں ہی اشاعت ہوتی رہے آمین۔

میکدہ تیرا ساقی سلامت رہے　　　مئے کشی کا یہی دور چلتا رہے

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی زندگی کے آخری ایام:

حاجی نور محمد صاحب اور قاضی غلام جیلانی صاحب (اخلاص) قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے بہت قریب رہنے والے شخص تھے۔ حاجی نور صاحب بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چھٹیوں میں حامد آباد کنیال شریف آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے مائی صاحبہ نے بلایا اور بتایا کہ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ ہم سے کچھ ناراض ہیں اور وہ آجکل گھر بھی کم آتے ہیں اور مسجد کے پاس کوئی چھوٹا سا کچا مکان بھی بنا رہے ہیں۔ چنانچہ میں فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ سے ملنے کے لئے وہیں چلا گیا تو قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ اپنے ہاتھوں سے مکان کی تعمیر فرما رہے تھے اس وقت آپ چھت ڈال رہے تھے اور آپ کے ہاتھوں میں گیلی مٹی (گارا) بھی لگی ہوئی تھی۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمانے لگے جاؤ نور محمد چائے بنوا کے لاؤ۔ چائے نوش فرمانے کے بعد میں عرض گزار ہوا کہ یوں مائی صاحبہ تشویش فرما رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں تو ویسے اپنے آرام کے لئے کمرہ بنا رہا ہوں۔ ہم چلتے چلتے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ حاجی صاحب فرمانے لگے میں رونے لگ پڑا اور عرض کی حضور مہربانی فرما کر بتائیں کہ کیا معاملہ ہے۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ ارحمہ نے فرمایا کہ یہ حجرہ میں نے اپنی آخری آرام گاہ کے لئے بنایا ہے تاکہ میرے جگر گوشہ محمد قاسم علیہ الرحمہ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔

نور محمد تم صاحبزادہ محمد قاسم کو بتا دینا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ میری قبر پر مزار ضرور بنائے گا کیونکہ وہ دربار بنائے بغیر نہیں رہ سکے گا لیکن جب دربار بن جائے تو یہ حجرہ شہید کر دینا۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں   بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

حاجی صاحب فرماتے ہیں اس واقعہ کے بعد میں اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا معمول تھا رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز اپنے کمرے میں ہی ادا فرماتے پھر اذان کے بعد مسجد میں

تشریف لے جاتے نمازِ فجر ادا فرماتے اور وہیں مسجد میں ہی بیٹھ کر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔
جب سورج طلوع ہوتا تو اس کے بعد اشراق کے نوافل ادا فرما کر دعا مانگ کر مسجد سے باہر
تشریف لاتے تھے۔

وصالِ باکمال:

قاضی غلام جیلانی صاحب ان دنوں قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ۱۹ ربیع
الثانی ۱۳۸۱ھ کو صبح فجر کی نماز کے لئے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ مسجد میں نماز کے لئے تشریف نہ
لائے کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ کے کمرے میں قاضی غلام جیلانی صاحب نے جا
کر دیکھا تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ قاضی صاحب نے کچھ دیر توقف کیا کہ آپ ابھی جاگ
جائیں گے لیکن کافی وقت گزر گیا تو قاضی صاحب نے غور سے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبلہ
فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی روحِ مبارک جہاں فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔
بظاہر دیکھنے سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔
آپ کے وصال کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے جنازے میں شرکت کے لئے آنے
لگے۔ وصال کی خبر سنتے ہی پورے مُلک کے طول و عرض سے عقیدت مندوں کا تانتا بندھ گیا۔
تونسہ شریف، میرا شریف، بسال شریف اور آپ کے آبائی علاقے سے بھی آپ کے عقیدت مند
آپ سے محبت کرنے والے حاضر ہونے لگے۔ قاضی غلام جیلانی صاحب نے آپ کو غسل دیا۔
عوام اور اہلِ عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حامد آباد کنیال شریف میں جمع ہو گیا۔ نمازِ عصر کے
قریب آپ کے جسد مبارک کو حرم سرا سے باہر لایا گیا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ حامد آباد شریف کی
زمین تنگ نظر آنے لگی تا حد نگاہ آدمی ہی آدمی تھے۔
نمازِ عصر کے بعد قبلہ میاں محمد ثانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین سلیمان آباد بسال شریف کی اقتدا میں نمازِ

جنازہ ادا فرمائی گئی۔

آپ کو ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۶۱ء بروز ہفتہ نمازِ مغرب سے کچھ دیر پہلے اسی حجرہ مبارک میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر فرمایا تھا۔ آپ کی وصیت بھی اِسی حجرہ میں دفن ہونے کی تھی۔

آپ کا مزار فیض آثار بمقام حامد آباد کنیال شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں عقیدت مندوں کے لئے زیارت گاہِ عام ہے۔ آج بھی دینا اہلِ محبت و عشق اور اہلِ طریقت و طالبانِ حق آپ کے دربار سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

دربار شریف کی تعمیر:

حاجی غلام سرور صاحب (گولڑہ اٹک) بتاتے ہیں۔ جب حضرت قبلہ پیر حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے دربار شریف بنانے کا ارادہ فرمایا تو مجھے اور حاجی عبدالغنی صاحب (گولڑہ اٹک) کو بلوایا۔ ہم حاضر خدمت ہوئے۔ دربار شریف کا جب کام شروع کرنے لگے تو متفقہ رائے کے مطابق یہ بات طے پائی کہ دربار شریف کی تعمیر پتھر سے کی جائے گی۔ چنانچہ ہم دونوں (حاجی غلام سرور اور عبدالغنی صاحب) کو قبلہ حافظ پیر محمد قاسم علیہ الرحمہ نے بابا سائیں نور خان علیہ الرحمہ (مجذوب فقیر) جن کا مزار بدڑا شریف (فتح جنگ میں واقعہ ہے) کی خدمت میں بھیجا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا اِ! بھائی کون ہو، کہاں سے آئے اور کیا کام ہے۔ تو ہم نے عرض کی ہمیں حافظ پیر محمد قاسم علیہ الرحمہ نے حامد آباد کنیال شریف سے بھیجا ہے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کی تعمیر کے لئے پتھروں کی ضرورت ہے تو آپ نے جواباً فرمایا جاؤ میرے پتھر وہاں نہیں لگتے۔ تمہیں وہاں ہی سے پتھر مل جائیں گے۔ حاجی صاحب کہتے ہیں ہم وہاں سے واپس آ گئے اور پتھروں کی تلاش و جستجو میں سوچ و بچار کرنے لگے۔ اسی فکر میں رات کو سو گیا۔

خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جس جگہ مزار شریف کی تعمیر جاری تھی ۔ اس سے مغرب کی جانب چند ہی قدم کے فاصلے پر میں بیٹھا ہوا ہوں میرے پاس محمد خان صاحب (عرف خانو) جو کہ حضرت قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کے قریبی رشتہ دار تھے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے پتھر نکالو۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ چنانچہ میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا وہ صبح حضرت قبلہ حافظ پیر محمد قاسم صاحب کے گوش گزار کیا تو قبلہ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جاؤ وہاں پر پتھر تلاش کرو۔ جب ہم نے وہاں جا کر زمین کی کھدائی شروع کی تو چند فٹ کی کھدائی کے بعد پتھر نکل آئے۔ دربار شریف کی تعمیر کے لئے جتنی بھی ہمیں پتھروں کی ضرورت تھی ہمیں وہاں سے ملے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب دربار شریف کا کام مکمل ہوا تو اس کے بعد تلاش و جستجو کے باوجود بھی وہاں سے پتھر نہ ملے۔

؎ یاالٰہی میرے ہر اک کام میں ہو تو معین　　　شاہ معین الدین چشتی پیشوا کے واسطے

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی اولادِ پاک:

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی شادی اپنے ہی خاندان سے ہوئی۔ اللہ کریم نے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی سے نوازا۔

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی واحد نرینہ اولاد اکلوتے صاحبزادے حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ تھے۔ جو اپنے والدِ گرامی کے صحیح معنوں میں جانشین اور والد محترم کی طرح نہایت درجہ کے متقی پرہیزگار و عبادت گزار تھے۔ معاشرے میں آپ کا بلند و بالا مقام تھا۔ آپ ۱۹۳۰ء کو بسال شریف اٹک میں آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی آپ کی شادی بھی اپنے ہی خاندان سے ہوئی۔

قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی صاحبزادی کی شادی بھی اپنے ہی خاندان میں اپنے چچازاد جناب محترم و مکرم حافظ محمد حیات علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ جو دربار عالیہ حامد آباد کنیال شریف کی مسجد میں

امامت بھی فرماتے تھے۔آپ بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔آپ کا وصال باکمال ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ہوا آپ کو مزار شریف کے باہر برآمدے میں سپردِ خاک کیا گیا۔

کتنے حسین لوگ تھے جو مل کے اک بار آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سما گئے

قبلہ فقیر میاں محمد صا علیہ الرحمہ کی وصال کے بعد آپ کے لخت جگر نورِ نظر قبلہ حاجی حافظ پیر محمد قاسم علیہ الرحمہ چشتی نظامی دربار عالیہ حامد آباد کنیال شریف کے سجادہ نشین ہوئے جو شریعت وطریقت میں بے مثل و بے نظیر تھے۔حضرت خواجہ میاں محمد ثانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین بسال شریف نے آپکی دستار بندی فرمائی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ حامد آباد کنیال شریف



Hazrat Hafiz Muhammad Qasim (R.A)

باب نمبر ۷

حضرت قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ حامد آباد کنیال شریف

ولادتِ باسعادت:

حضرت قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ ۱۹۳۵ء کو بسال شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں اولیاء کرام کے عالی نصب، نورانی گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ہر طرف عشقِ الٰہی اور عشقِ سرکار کی شمعیں روشن تھیں۔

قبلہ قاسم علیہ الرحمہ کی عصر حاضر کی نابغہء روزگار ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایسی ہستیاں صدیوں بعد منصہٗ شہود پر آتی ہیں۔ آپ کا شماران ذواتِ مقدسہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس عالم ناپائیدار کی رنگا رنگ دلچسپیوں سے بیگانہ ہو کر دین متین کی معرفت خود آگاہی وخدا آگاہی کی منزل کے حصول اور جذبہ عرفان محبت الٰہی اور عشقِ نبی ﷺ کے ابلاغ و فروغ میں صرف کیا۔ آپ کے خیال وفکر کی ہر ہر لہر میں ھواللہ کی آوازیں تھیں۔ آپ کی ہر ہر بات محبت واتباعِ سُنت کا درس دیتی ہے۔

آباؤ اجداد:

آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حضرت قبلہ فقیر محمد علیہ الرحمہ اور دادا جی کا نام نامی میاں محمد عمر اور پردادا جی کا اسم شریف حافظ میاں محمد نصیر علیہ الرحمہ ہر ایک نیک ومتقی بزرگ تھے۔ عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ سے سرشار تھے اور ہر طبقہ کے لوگوں میں نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

تعلیم و تربیت:

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کی تربیت حضرت قبلہ خواجہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے زیرِ سایہ علم و فضل کے گہوارے میں ہوئی۔

آپ نے قرآنِ پاک کی تعلیم کے حصول کے لئے آستانہ عالیہ بسال شریف میں قبلہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے مکتب میں داخلہ لیا۔ ناظرہِ قرآنِ پاک کی تکمیل کرنے کے بعد جب آپ نے قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع فرمایا اسی دوران آپ کے والد گرامی قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو قبلہ امیر احمد بسالوی علیہ الرحمہ کے ارشاد پر وہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔ آپ کے والدِ ماجد کو بسال شریف سے نقل مکانی کر کے جس مقام کو رونق بخشنے کا فرمایا گیا تھا اس جگہ کا نام (حامد آباد کنیال شریف) ہے۔ چونکہ آپ کے والد محترم بسال شریف سے ہجرت فرما کر حامد آباد شریف تشریف فرما ہوئے اس لئے آپ بھی والدِ بزرگوار کے ہمراہ حامد آباد کنیال شریف تشریف لے آئے اور یہاں پر آ کر آپ نے مکمل قرآنِ پاک حفظ فرمایا۔

؎ اتنی مدت تک ہو دید مصحف عارض حفظ کرلوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآنِ جمال

آپ کو قرآن پاک حفظ کروانے کے لئے آپ کے والد گرامی نے بلوچستان سے ایک اُستادِ محترم قبلہ قاری (ولی محمد نامی) کا اہتمام فرمایا جو کہ آپ کو قرآنِ مجید کی منزل حفظ کراتے تھے۔ اسی طرح والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ اور کڑی نظر رکھی۔ سفر ہو یا حضر کسی حالت میں توجہ خاص میں کمی نہ آنے دی۔

ایک دفعہ آپ کو سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے قبلہ اُستاد جی نے ڈانٹا جس کی وجہ سے آپ غصے میں آ گئے اور گھر سے بھاگ نکلے جب اس بات کی خبر آپ کے والد گرامی قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کو ہوئی تو آپ نے چند ایک مریدوں کو بلوایا اُنہیں گھوڑوں پر سوار کر کے فرمایا جاؤ محمد قاسم کو

ڈھونڈ کے لے آؤ۔ ڈھونڈ نے والوں کو آپ دربار شریف کے نواحی گاؤں (تھٹی گجراں) کے ایریا۔ سے مل گئے۔ گھڑ سواروں نے عرض کی کہ ہمیں قبلہ فقیر میاں محمد صاحب نے فرمایا کہ آپ کو ڈھونڈ کر واپس گھر لے کر آئیں۔ جب آپ واپس گھر تشریف لائے تو آپ کو والد گرامی قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ نے ٹانگوں سے باندھ کر ایک مکان کی چھت سے باندھ دیا۔ کافی دیر گزرنے کے بعد جب مائی صاحبہ کو پتا چلا تو آپ نے قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کی کہ مہربانی فرمائیں اور محمد قاسم کو اتنی سخت سزا نہ دیں تو آپ نے جواباً فرمایا کہ اگر یہ قرآنِ کریم حفظ کرنے سے بھاگے گا تو میں اس کو اس طرح اور سخت سزا دوں گا جب تک یہ قرآنِ پاک مکمل حفظ نہ کر لے۔

قبلہ والد ماجد فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کی محنت، تعلیم و تربیت اور خاص توجہ سے اتنے جید حافظِ قرآن بنے کہ نوافل میں اکیلے ہی قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل فرما دیا کرتے تھے۔

ماہِ رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں تین تین ختم شریف قرآنِ پاک کے فرمایا کرتے تھے اور ماہِ رمضان شریف میں حصول برکت و سعادت کی خاطر آپ خود نمازِ تراویح میں قرآنِ پاک سنایا کرتے تھے۔

؎ چہرہ مصطفیٰ اصلِ قرآن ہے عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

ایام جوانی:

قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے اپنی جوانی کے دن بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے گزارے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نیا سے نیا جوتا استعمال میں لاتے۔ کبھی پرانا جوتا استعمال نہ فرماتے تھے لیکن جس دن سے آپ کے والد گرامی قبلہ فقیر میاں محمد علیہ الرحمہ کا سایہ شفقت آپ کے سر سے اُٹھا۔ جب والد محترم کو خالقِ حقیقی کا بلاوا آیا۔ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس دن سے آپ کی روزمرہ معمولاتِ زندگی میں تبدیلی

رونما ہونے لگی۔آپ نے تمام تر دنیاوی نقش ونگار ٹھاٹھ باٹھ کو ترک کر کے سادگی اختیار فرمائی۔

؎ دل کی دُنیا اُجاڑ سی کیوں ہے؟ کیا یہاں سے چلا گیا کوئی ؟

پہلے آپ بڑی عمدہ قسم کی پوشاک زیبِ تن فرماتے تھے لیکن بعد میں نیلے رنگ کی تہہ بند، سفید رنگ کا کرتا اور کپڑے کی بنی ہوئی سادی ٹوپی استعمال فرماتے نیز تادم آخر آپ کا یہی معمول رہا۔ کیونکہ سادگی اور فقر و درویشی شیوۂ پیغمبری ہے اور ولیوں کی روحانیت کا لباسِ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا سرمایہ افتخار ہے۔

؎ ترکِ دنیا تو ہے آسان طلبِ دنیا سے

لوگ کیوں جاتے ہیں آسان سے مشکل کی طرف

حُسنِ اخلاق:

حُسنِ اخلاق آپ کا وصفِ خاص تھا۔ خلقِ عظیم کا مجسمہ اور صبر و رضا کے پیکر تھے۔ آپ کی عادات واخلاق'' انک لعلی خلق عظیم '' کا نمونہ ومصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتہا درجے کا بلند اور پاکیزہ اخلاق عطا فرمایا۔ آپ عملاً اپنے اسلاف کی سیرت کا کامل و اکمل نمونہ تھے۔ مہمان نوازی غریب پروری اور شفقت آپ کا وطیرہ تھا۔ علم وعمل، لطف وکرم زہد وتقویٰ آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ اپنے اوصافِ اعلیٰ کے باعث مریدین، معتقدین، متوسلین میں شمعِ ہدایت کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو شخص آپ سے ایک مرتبہ ملاقات کرتا وہ آپ کے اخلاق کا شیدائی ہو کر رہ جاتا۔

؎ میرے لہجے میں آئی ہے حلاوت جمالِ ہمنشیں تیرے اثر سے

اور آپ کی شخصیت کا نقش دل میں اتار لیتا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ بڑی دلجمعی اور نہایت نرمی و پیار سے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ میں تواضع کی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی۔ آپ سے جو بھی ملنے کے لئے آتا شاد ہو کر واپس جاتا۔

؎ تو بھولنے کی چیز نہیں یہ یاد رکھ　　　دل سے تیرا خیال بھلایا نہ جائے گا

دربار شریف پر آنیوالے اکثر مریدین غریب ہی ہوتے لیکن کچھ لوگ امراء ورؤساء کے طبقے کے بھی آتے مگر آپ سب سے ایک ہی انداز میں ملتے اور ایک جیسا ہی سلوک فرماتے تھے۔

؎ فقیر شاہِ مدینہ ہوں، فقیر راہ نہیں　　　فقیر وہ ہوں کہ نظروں میں بادشاہ نہیں

آپ بہت وسیع اخلاق کے مالک، نہایت ہی شریف النفس صابر بردبار تحمل مزاج ملنسار اور باوقار شخصیت کے حامل تھے۔

سیرت وکردار:

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ نہایت خوش مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ مصائب وآلام کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے۔ جہاں تک ہوسکتا آپ ہر کسی کے دُکھ سُکھ میں شریک اور ہر کسی کے کام آتے۔ آنیوالے ہر مہمان کو بڑی عزت واحترام سے دیکھتے اور اس کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے ہر وقت یادِ خدا میں مشغول ومستغرق رہتے۔ آپ کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آتا اور ایمانی وروحانی لذت حاصل ہوتی تھی۔

آپ کی زندگی اتباع رسول اللہ ﷺ کا ایک انمول نمونہ تھی۔ آپ نے حامد آباد شریف کی سرزمین پر رشد وہدایت کے وہ چراغ روشن فرمائے کہ تمام علاقہ کی کایا پلٹ گئی۔ آپ ایک نیک صورت وسیرت باکردار خوش اخلاق انسان تھے۔ اپنی زبان وکلام سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائی کسی کا دل نہ دکھایا۔

؎ خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر!　　　سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مخلوقِ خدا پر مہربانی اور ان کی خدمت یہ آپ ہی کا شعار تھا۔

؎ کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر　　　خدا مہربان ہوگا عرشِ بریں پر

آپ کے چہرہ مبارک سے شان ولایت کا اظہار ہوتا تھا۔ نورِ ولایت ہر وقت آپ کی پاک پیشانی سے جھلکتا نظر آتا تھا۔ آپ کی محفل میں بیٹھنے والا، اللہ تعالیٰ کا خوف، رسول اللہ ﷺ کی محبت، اہل اللہ کی عقیدت، ذکر و فکر، شوق اور روحانی سکون کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹتا تھا اور آج بھی آپ کی مرقد منورہ پر حاضری دینے والا روحانی سکون کی دولت لے کر جاتا ہے۔

؎ دل کو تسکین نہ ہو تو میں ضامن — تو میری انجمن میں آ تو سہی

قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کی بیعت و خلافت:

جب قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ جوانی اور شباب کے عالم میں تھے اس وقت سے ذکر خدا کا اس قدر غلبہ تھا کہ آتش عشق ہر وقت بھڑکتی تھی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے حصول کے لئے پیر کامل کی ضرورت محسوس فرمائی کیونکہ آپ شریعت مطہرہ پر سختی سے کاربند رہنے والے تھے۔ ذرہ بھر بھی کوئی کام خلاف شرع نہ کرتے اور نہ ہی کسی کو کرنے دیتے۔ جب آپ نے سلوک کی راہ میں قدم رکھا اور شمعِ عقیدتِ قلبی کو روشن کرنے کے لئے ولی کامل مرشدِ اکمل خواجہ قبلہ حافظ سدید الدین تونسوی علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے مرشد کریم کی صحبت و خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت و مجاہدات میں مشغول ہو کر درجہ کمال کو پہنچے۔ پیر کامل کی خصوصی توجہ کے باعث سلوک و معرفت کی منزلیں طے کر کے منصبِ اجازت و خلافت پر فائز ہو گئے اور آپ کو اپنے مرشد گرامی سے والہانہ محبت تھی۔

گاہے بگاہے مرشد مہربان کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے اور دعائیں لیتے رہے۔

؎ تیرے آستانِ پہ آئے تیری یاد کھینچ لائی — رکھے خدا سلامت تیرے در سے آشنائی

مرشدِ اکمل نے اپنے فیضان سے اس قدر سرفراز فرمایا کہ پنجاب کے طول و عرض سے ہزاروں

لوگ آپ کے دامن عقیدت ومحبت سے وابستہ ہو گئے۔

شفقت ومحبت اور رواداری:

رب ذوالجلال نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ''ولقد کرمنا بنی آدم'' کا تاج پہنا کر بے شمار لاتعداد خوبیوں سے نوازا۔

شفقت محبت، الفت ورافت اور حُسن اخلاق کا شمار بھی ان ہی جاندار خوبیوں میں ہوتا ہے یہ وصف عالی جس کی طبیعت کا حصہ بن جائے وہ مخلوقِ خدا کے دلوں اور ذہنوں پر راج کرتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ جو مخلوقِ خدا پر مہربانیاں کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو اپنی کریمی کی آغوش میں لے لیتا ہے۔ اور جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب کرتا ہے رسولِ خدا ﷺ اس کو اپنا بنا لیتے ہیں۔

قبلہ الحاج حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کی شخصیت کا شمار بھی انسانوں کے اس خوش بخت اور بلند نصیب قبیلے سے تھا جس پر ربِ کریم نے کرم ہی کرم فرمایا آپ کی ذات مقدسہ کمالات ومحسنات کا مجموعہ تھی وہ کون سی خوبی تھی جو آپ کی ذات میں نہ تھی۔ ربِ کائنات نے آپ کو ہر وصف اور ہر خوبی اور ہر کمال سے نوازا تھا۔

آپ کی محبتوں اور شفقتوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

آپ جب کہیں جانے کی غرض سے سفر فرماتے تو راستے میں اگر کوئی پیدل چل رہا ہوتا تو اس کو اپنی گاڑی پر بٹھا لیتے۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صُراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

راستے میں اگر کوئی کسی پریشانی، مشکل یا تکلیف میں ہوتا چاہے آپ اُسے جانتے یا نہ جانتے، رُک کر آپ اس کی مشکل اور اس کی تکلیف و پریشانی ضرور دور فرماتے۔ اکثر اوقات سفر میں

آپ کے ہمراہ آپ کے لختِ جگر نورِ نظر چھوٹے صاحبزادے قبلہ حاجی لطف اللہ صاحب ہوتے جو گاڑی ڈرائیو کرتے۔

قبلہ صاحبزادہ محمد لطف اللہ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم رات کے وقت واپس گھر آرہے تھے تو راستے میں ایک جگہ بارش کی بدولت کچی سڑک ہونے کی وجہ سے (گاڑی) پھنسی ہوئی تھی تو جب ہم ان کے پاس سے گزرنے لگے تو مجھے قبلہ والد گرامی نے فرمایا لطف اللہ رُک جاؤ میں نے عرض کی کیا یہ آپ کے جاننے والے ہیں یا آپ ان کو پہچانتے ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا۔نہیں میں انہیں نہیں جانتا مگر ہوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے جو میرا رب۔ہے وہی ان کا بھی پروردگار ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جاؤ ان سے پوچھ کر آؤ کہ کیا پریشانی ہے اور انہیں گاڑی نکال کر دو اور ان کی اس کام میں مدد کرو۔صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ جس طرح میں ڈرائیور ہوں اسی طرح یہ بھی ڈرائیور ہے وہ خود ہی نکال لے گا۔ہم واپس گھر چلتے ہیں تو قبلہ والد بزرگوار فرمانے لگے جب تک ان کی پریشانی دور نہیں ہوتی تب تک میں یہاں سے جاؤں گا نہیں چاہے ساری رات یہاں ٹھہرنا پڑے۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں وہاں سے گاڑی نکالنے میں ہمیں دو (۲) تین (۳) گھنٹے لگ گئے اس گاڑی والے کو وہاں سے روانہ کر دینے کے بعد ہم اپنے گھر واپس آئے۔

اسی طرح کئی اور واقعات بھی ملتے ہیں جنہیں دائرہ تحریر میں لانے سے بات طول پکڑ جائے گی۔

کوئی پریشان ہوتا اس کی پریشانی دور فرماتے کوئی بیمار ہوتا تو عیادت فرماتے کوئی مشکلات میں ہوتا تو خود چل کر ان کی مشکل کشائی فرماتے۔

کسی گاؤں یا ڈھوک وغیرہ میں سڑک یا بجلی نہ ہوتی تو آپ اس کے لئے کوشاں ہو جاتے۔

کھیتی باڑی اور کاشتکاری:

کھیتی باڑی، زراعت سے آپ کا بہت زیادہ لگاؤ تھا قبلہ والد گرامی کی حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی کافی زمین خریدی تاکہ اس نہ صرف خاندان کے افراد کو کسبِ معاش سے رزقِ حلال میسر آئے بلکہ خودداری کے ساتھ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دے سکیں اور اس سے حاصل ہونے والی گندم و دیگر فصل و ثمرات سے رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کی خدمت بھی کی جا سکے۔

؎ مخلوقِ خدا پلتی ہے لنگر پہ تمہارے　　　ہم سے تو ایک بچہ بھی پالا نہیں جاتا

اور آپ کا پسندیدہ شعر جو آپ خود پڑھا کرتے تھے۔

؎ توقع سے بڑھ کر تیرے لطف و کرم کو بیشتر پایا
میں خود شرما گیا جب اپنا دامن مختصر پایا

مسجد کی تعمیر:

خالقِ لم یزل نے بنی آدم کے لئے روحانی جسمانی قلبی سکون کے خوب خوب اسباب پیدا فرمائے چونکہ مؤمن کا مقصد و مدعا رضائے الٰہی اور رضائے مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس رضاء مقصود حقیقی کے حصول کے لئے رب ذوالجلال نے مسلمانوں کو مرکز عطا فرمائے۔ جنہیں مسجد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تاکہ جب طوفان کی تند و تیز لہروں سے تیرے پاؤں اُکھڑنے لگیں دُنیا کے سخت ترین گرداب میں پھنسنے لگے تو خود کو مضبوط کرنے کے لئے ان محفوظ قلعوں کا سہارا لے اور پانچ مرتبہ آکر اپنی حاضری لگوا کر اپنے آپ کو اس مھیمن و محافظ کی پناہ میں دے جو سب کا نگہبان ہے۔

مسجد وہ جگہ ہے جو کہ اللہ عزوجل کو بہت ہی پسند و محبوب ہے۔ جن کی طرف چل کر آنا اپنے آپ کو جنت کا مہمان بنانا ہے۔ جن سے دل لگانا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آنا ہے۔ اس خطہ زمین پر جتنے

محلات و بنگلے اور عالی شان عمارات ہیں سب ناپائیدار و بے ثبات ہیں۔ یہ کبھی کسی کی ملکیت میں ہیں کبھی کسی کی ملکیت ہیں لیکن مسجد تو قیامت تک مسجد ہی ہے اور رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو گھر ہے۔'

'من انف المجسد الف الله" جو بندہ مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔

آپ نے پہلی تعمیر شدہ مسجد کو شہید فرما کر دوسری مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور از سرِ نو مسجد کی تعمیر فرمائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے گھر کے ساتھ اتنی گہری لگن اور محبت تھی۔ آپ نے مسجد کی تعمیر پیار اور شوق سے کروائی۔ ہمہ وقت آپ کاریگروں کے پاس موجود رہتے اور ان کی راہنمائی فرماتے رہتے۔ مسجد شریف کی اتنی دلکش تعمیر آپ کی اللہ کے گھر کے ساتھ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ جو بھی راہ گیر گزرتا تو اس کی نگاہ جب مسجد شریف پر پڑتی تو وہ ایک بار رُک کر مسجد کو دیکھتا تو اسکی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو جاتے ماشاء اللہ کتنا خوبصورت اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

مسجد کی تعمیر کا انداز اپنے اندر ایک جاذبیت رکھتا ہے۔ مسجد آج بھی دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہے۔

ہم سکھائیں گے طریقِ بندگی بندگی کا حق ادا کرتے کرتے
شاہِ عالم کا تصور اے معینؔ چاہیئے ذکرِ خدا کرتے کرتے

یہاں مسجد بنے گی:

جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

آپ نے ہمیشہ عبدیت کے روپ کو ظاہر فرمایا اور ولایت کے روپ کو چھپایا۔ آپ کرامات کو چھپاتے مگر باوجود اس کے آپ کی ذات سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا۔

ایک دفعہ آپ کسی کام کے سلسلہ میں جنڈ ضلع اٹک تشریف لے جا رہے تھے راستے میں نماز کا وقت ہوا تب آپ نے اپنے نورِ نظر صاحبزادہ لطف اللہ صاحب کو فرمایا بیٹا گاڑی روکو جہاں پر آپ نے گاڑی رکوائی وہاں پر ایک تالاب تھا اور قریب کوئی آبادی وغیرہ بھی نہیں تھی۔ تھوڑے سے فاصلے پر ایک ڈھوک تھی۔ آپ نے تالاب کے پانی سے وضو فرمایا اور تالاب کے نزدیک ایک چھوٹے سے ٹیلے پر تشریف لے گئے۔ سخت ترین گرمی تھی۔ آپ نے گاڑی سے مصلیٰ نکالا اور فرمانے لگے میں نماز پڑھ لوں۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کی قبلہ ابو جی! اتنی سخت گرمی ہے اور قریب کوئی سایہ بھی نہیں۔ آپ اتنی تیز گرمی میں کس طرح نماز ادا فرمائیں گے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مسجد ہے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں تو قبلہ حافظ محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اس طرح کریں کہ آپ لوگ بھی گاڑی سے اتریں اور وضو کر کے آئیں۔ یہاں پر نماز با جماعت پڑھیں گے۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے حکم کے مطابق وضو کر کے آئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک اور مصلیٰ بچھایا ہوا تھا۔ آپ نے خود نمازِ ظہر کی امامت فرمائی ہم نے آپ کی اقتدا میں نمازِ ظہر با جماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا ان شاء اللہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی مسجد بنے گی۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو ربِ قدوس نے شرفِ قبولیت سے نوازا اور بہت تھوڑے ہی عرصے میں وہاں پر ایک خوبصورت مسجد بن گئی۔ یہ مسجد کوہاٹ روڈ پر رنگلی اڈہ سے تھوڑی ہی مسافت پر واقع ہے۔

گونگے کو قوتِ گویائی مل گئی :

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ آپ مریدین کے ہاں تحصیل جنڈ کے ایک نواحی گاؤں تشریف لے گئے۔ جب لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے گھروں

سے نکل پڑے۔ان لوگوں میں ایک شخص جس کا ایک بچہ بولتا نہیں تھا تو وہ بھی اپنے اس کو نگے بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور آپ میرے اس بچے کے لئے دعا فرمائیں تا کہ یہ بولنا شروع کر دے۔

اک تماشا ہے دل کی دنیا بھی ۔۔۔ تم بھی رہتے ہو غم بھی رہتا ہے

آپ نے بارگاہ لم یزل میں ہاتھ اُٹھائے دعا فرمائی اور اپنا لعاب دہن شریف اس بچے کے منہ میں ڈالا تو وہ شخص کہتا ہے جب میں بچے کو لے کر واپس گھر جا رہا تھا تو راستے میں ہی بچے نے بولنا شروع کر دیا۔سبحان اللہ

دل کو تسکین ملی یہاں سے ۔۔۔ ان کے در کو سدا خدا رکھے

دیکھیے ! اللہ تعالیٰ نے کس قدر اپنے مقبول بندوں کو نواز رکھا ہے کہ ان کے منہ سے نکلنے والی دعا کو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔اس طرح آپ کی سینکڑوں اور کرامات موجود ہیں جن کو دائرہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔تذکرہ مختصر ہے مگر تمہید طولانی والی بات ہو جائے گی۔حصول برکت کے لئے چند ایک کرامات کو ذکر کر دیا گیا۔

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ اپنی ہستی میں اتنا کچھ ہونے کے باوجود فرماتے ہیں میں کچھ نہیں ہوں۔اس بات کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اگر کسی شخص کو کوئی پیغام، خط یا رقعہ وغیرہ ارسال فرماتے خواہ وہ آپ سے چھوٹا ہوتا یا بڑا تو آپ اپنے نام کے ساتھ (ناچیز غلام قاسم خادم دربار عالیہ حامد آباد کنیال شریف) کے الفاظ تحریر فرماتے۔

تواضع کا سلیقہ صاحبو سیکھو صراحی سے ۔۔۔ کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

حضرت قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کا حج بیت اللہ شریف:

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کو نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔آپ ہر سال

حج کرنے کے آرزومند رہتے۔آپ نے اپنی مبارک زندگی میں دومرتبہ حج بیت اللہ شریف ادافرمایا۔ پہلی دفعہ جب آپ حج کے لئے ۱۹۷۵ء میں تشریف لے گئے۔تو اس وقت بحری جہازوں کا دور تھا آپ بحری جہاز کے ذریعے حج بیت اللہ کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کے لئے تشریف لے گئے۔اسی طرح آپ کو دو(۲) مرتبہ عمرہ شریف کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ جب آپ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوتے تو آپ کے یہ الفاظ ہوتے۔میرا پروردگار کتنا کریم ہے اور میرے پاک نبی ﷺ کی شان کتنی عالی ہے اور میرا مدینے کا تاجدار کتنا لجپال ہے۔جب مدینہ منورہ قریب آتا تو آپ کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھلنے لگتا۔آپ کے پاس جو کچھ ہوتا کریم آقا کے مبارک شہر میں سب کچھ لوٹا دیتے۔وہاں پر خرچ کرتے وقت تنگدلی سے کام نہ لیتے کیونکہ آپ کا عقیدہ ویقین تھا کہ یہاں پر جتنا خرچ ہوگا اس کا کئی ہزار گناہ واپس زیادہ ملے گا کیونکہ یہاں پہ بسنے والے لوگ سرکار دوعالم ﷺ کے مقربین میں سے ہیں اور ہم ان کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ہمیں ان کی دعاؤں کی ضرورت ہے اور ہر آدمی کے نصیب میں کہاں کہ وہ حضور کے روضہ اقدس کے قرب وجوار میں بسنے والوں کی دعائیں لے سکے۔

تیسری دفعہ بھی حج بیت اللہ شریف کے لئے آپ نے جانا تھا۔تیاریاں بھی مکمل تھیں کاغذات وغیرہ جمع تھے لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا۔

زندگی کے آخری ایام:

قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ زندگی کے آخری دنوں میں کسی کام کے سلسلہ میں جنڈ تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں دوران سفر آپ کی طبیعت مبارک علیل ہوگئی۔وہیں سے ہی علاج کی غرض سے آپ کو راولپنڈی M.H ہسپتال میں لایا گیا۔دواؤں کی بدولت الحمداللہ آپ کی طبیعت مبارک بحال ہوگئی تھی۔دن کا وقت اچھا گزرا۔فاقہ ہونے لگا لیکن پھر رات کو دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی۔وفادار عقیدت

مند حاجی عبدالخالق صاحب (قاسم آباد پنڈ یکھیب) اور حاجی احمد خان صاحب عقیدت مند (زنگی ،جنڈ) آپ کے پاس خدمت کے لئے حاضر تھے تو آپ کو دوبارہ تکلیف شروع ہوئی تو حاجی عبدالخالق صاحب کا بیان ہے کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا تو میں ڈاکٹر صاحب کو بلانے کے لئے گیا تو اس وقت وہ ڈاکٹر جن کی وہاں ڈیوٹی تھی وہ موجود نہ تھے اور ایمر جنسی سے دو (۲) ڈاکٹر صاحبان کو بھیجا گیا۔ جب ڈاکٹر ایمر جنسی روم میں آپ کے پاس پہنچے آپ کا چیک اپ شروع کیا تو ہمیں باہر بھیج دیا۔تقریبا بیس (۲۰) پچیس (۲۵) منٹ گزرنے کے بعد جب ڈاکٹر باہر آئے۔

''ڈاکٹر صاحب کے الفاظ''

آپ کے لئے افسوس ناک خبر کہ ''باباجی'' کی روح قفص عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور آپ کو خبر دیتے ہوئے اس لئے مجھے دقت پیش آئی کہ تمام نبضوں نے کام کرنا چھوڑ دیا حرکت ختم ہو چکی ہے لیکن دل کی دھڑکن اب بھی جاری ہے۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی ایسی موت دیکھی ہے۔میرے علم واندازے کے مطابق یہ کوئی بہت ہی اللہ والی ہستی تھی۔جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ رب العزت کی یاد میں گزاری جس کی وجہ سے آپ کا دل زندہ ہے۔

تیری یاد ایسی باوفا ہوئی پسِ مرگ بھی نہ جدا ہوئی تیری یاد میں ہم مٹ گئے تیری یاد دل سے مٹی نہیں

اور میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ میں نے ایسی ہستی کا آخری دیدار کر لیا۔یہ واقعہ تقریباً رات گیارہ (۱۱) ساڑھے گیارہ (۱۱:۳۰) بجے کے درمیان کا ہوگا اور پھر رات کو ہی گھر پہنچایا گیا تھا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔اللہ رب العزت کا ذکر کثرت اور اخلاص سے کرنے والے مرتے نہیں بلکہ وہ دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں۔

قبلہ حافظ قاسم علیہ الرحمہ کا دل ہر وقت اللہ عزوجل کے ذکر میں مصروف رہتا تھا۔اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے۔اس لئے جب یہ کیفیت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ نہیں سکتی۔جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جائے سارے اعضاء اسی کے ساتھ ہو

جاتے ہیں۔ عاشقوں کی زندگیوں اور حالات وواقعات سے کون بے خبر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کسی نے پوچھا سب سے افضل واعلیٰ اور بڑا عمل کیا ہے؟

آپ۔ نے جواباارشاد فرمایا کیا تم نے قرآنِ پاک نہیں پڑھا؟

رب ذ الجلال کا فرمان ہے۔ "ولذکر اللہ اکبر"

ترجمہ "کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں یہی عمل سب سے بڑا ہے۔"

ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے، قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ذاکرین کے چہروں پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے جب سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب اہلِ یمن کی تعلیم وتبلیغ کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا اے معاذ! سب اعمال میں محبوب ترین عمل یہ ہے کہ تیری موت اس حال میں واقع ہو کہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔ قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ کی بھی ساری زندگی اللہ اللہ کرتے گزری ہر وقت آپ کی زبان پر ذکرِ یار کے نغمے رہتے تھے۔

؎ میں ہمیشہ سے مثل پروانہ	مشعل حسن پر نثار رہا
تھی زبان پر نہ اور کسی کی بات	مستقل اس پہ ذکرِ یار رہا

وصالِ باکمال:

۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ ۲۲ مارچ ۱۹۹۵ء بروز بدھ کو قبلہ حافظ محمد قاسم علیہ الرحمہ جیسا شمس مطلع ہدایت ذبت ۶۰ سال اپنی پاکیزہ زندگی کے عشق ومحبت کے جام لٹانے کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔

؎ تیرے دامن کرم میں جسے نیند آ گئی ہے	جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے
میں مروں تو میرے آقا ملائکہ سے کہہ دیں	اس کو مت جگانا اسے نیند آ گئی ہے

آپ کے وصال کی خبر سُن کر ہر آنکھ اشکبار ہوئی ہر چہرہ غمزدہ تھا۔ آپ کا ہر عقیدت مند دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گیا۔ ہر دل غم کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ گھر میں ایک کہرام بپا ہو گیا۔

غسل مبارک کے وقت آپ کا جسدِ انور نرمی اور ملائمیت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ چہرے پر انوار و تجلیات کی بارش تھی۔ اس کے بعد تجہیز و تکفین کا عمل بجالایا گیا۔

نمازِ جنازہ:

عوام اور اہلِ عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کی جدائی میں آنسو بہا رہا تھا۔ کوئی آنکھ دیکھنے میں ایسی نہ تھی جو آنسوؤں سے تر نہ ہو۔ یہ وقت نمازِ ظہر کا تھا۔ جب آپ کے جسدِ مبارک کو حرم سرا سے باہر لایا گیا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ میں بھی جنازے کو کندھا دوں مگر کوئی قسمت والا ہی تھا جس کو یہ سعادت ملی۔

کلمہ شریف کی پاکیزہ صداؤں کے سائے میں مردِ درویش، سکندروں کے سکندر سراج الاصفیاء، تاج الاولیاء، صدق وصفا و وفا کے پیکر کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے انوار و تجلیات کی بارش میں بھیگتا ہوا یہ اجتماع جنازہ گاہ میں پہنچا۔

لوگ دیدار سے مشرف ہوتے رہے:

ملک کے دور دراز علاقوں سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے کثیر تعداد میں موجود علماء مشائخ کے غمزدہ چہرے بھی نظر آئے۔ ہر آنکھ میں آنسو رواں تھے۔ ہر طرف سے سسکیوں کی آوازیں تھیں۔ جیسے دکھ اور غم کا سیلاب اُمڈ رہا ہو۔ اسی کرب انگیز ماحول میں صفیں درست ہوئیں اور آپ کی نمازِ جنازہ حضرت خواجہ قبلہ اللہ بخش بسالوی علیہ الرحمہ آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ بسال شریف کی اقتدا میں ادا کی گئی۔

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد پھر تھوڑی دیر لوگوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ ہجوم اسقدر تھا کہ اگر دیدار کے سلسلے کو ختم نہ کیا جاتا تو یہ سلسلہ عشاء تک دراز ہو جاتا۔ دُعا و زیارت کے بعد آپ کے جسدِ اطہر کو

آپ کے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے مزار کے احاطے میں لایا گیا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے نور و رحمت کی بارش ہو رہی ہے اور ملائکہ اور اولیاء کاملین کی مبارک روحیں سلامی پیش کر رہی ہوں اور میٹھی میٹھی خوشبو دار ہوا۔ درِ مصطفیٰ ﷺ سے مقبولیت و محبوبیت کے پیغام لا کر سنا رہی ہو۔ پھر آسمان ولایت کے اس درخشندہ ستارے کو والد بزرگوار کے ساتھ مزار شریف کے اندر بائیں پہلو میں لحد میں اُتارا گیا۔

لو چلا ہوں میں لحد میں میرے مصطفیٰ سے کہہ دو　　　کہ ہوا تیری گلی کی مجھے چھوڑنے کو آئے

جس شمع کی روشنی سے یہ ملک منور تاباں تھا وہ شمعِ نور ہدایت ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

آپ کا مزارِ پُر انوار حامد آباد کنیال شریف تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں آج بھی اہلِ عقیدت و محبت کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔ آج بھی ولیوں کو ماننے والے آپ کے مزار فیضِ آثار پر حاضری دے کر فیوض و برکات سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

ساقیءِ کوثر و تسنیم سے نسبت ہے نصیرؔ　　　کیوں نہ دُنیا میرے میخانے کے چکر کاٹے

اللہ کریم آپ کے آستانہ پاک کے فیضان کو مزید بڑھائے اور اس چمنستانِ ولایت کو عقیدت مندوں کے لئے رشد و ہدایت کا مرکز بنائے اور خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کا صدقہ قیامت تک ہمیں اس در کی غلامی نصیب فرمائے۔ اور جمیع صاحبزادگان کا سایہ تا دیر معتقد بن حامد آباد کنیال شریف پر قائم و دائم رکھے۔ ان کے دم قدم سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ کو مزید رونق بخشے اور کامرانیوں سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

☆☆☆☆☆☆☆☆

تمت بالخیر

☆☆☆☆☆☆☆







الناشر
لوح و قلم پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، بنی چوک، راولپنڈی 051-4345300
0333/0301-5995558